ماہنامہ
اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah
اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمة
December 2021
دسمبر ۲۰۲۱ء

- ناقدین کی طرف سے عدمِ معرفت کے اظہار اور مجہول کا حکم لگانے میں فرق
- نخوتِ دین کے شاخسانے
- اہل علم کی لغزشوں کے تئیں منصفانہ رویہ
- غموں کی دھوپ کے آگے خوشی کے سائے ہیں
- یزید کے لیے ’’رضی اللہ عنہ‘‘ یا ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے استعمال کا حکم

119

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

علم حاصل کیے بغیر دعوت دین؟

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علم وفقاہت حاصل کیے بغیر لوگوں کو دین سکھانے والوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی قافلے کو راستہ بتاتا ہے حالانکہ وہ خود راستے سے ناواقف ہے۔ نیز یہ اس اندھے کی طرح ہے جو لوگوں کو قبلے کی سمت بتاتا ہے اور یہ اس شخص کی طرح ہے جسے طب وحکمت کا علم نہیں لیکن لوگوں کا علاج کرتا ہے۔ بلکہ ایسا شخص ان سب لوگوں سے گیا گزرا ہے۔

جب حکمران پر یہ لازم ہے کہ جو ڈاکٹری نہیں جانتا اسے علاج معالجہ کی پریکٹس سے باز رکھے تو یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ جو کتاب وسنت کا علم نہیں رکھتا اور جس نے دین میں فقاہت حاصل نہیں کی، اسے دعوتی میدان میں کام کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی جائے۔ [اعلام الموقعین: ١٣١/٦]

Ahlus Sunnah

Volume No.9, Issue No.119, December 2021

جلد: ۹
شمارہ: ۱۱۹

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-

دسمبر ۲۰۲۱ء

ماہنامہ

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر : کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● **گرافک ڈیزائنر** : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبیدالرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No: 102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add: Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنة
Ahlus Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

ناقدین کی طرف سے عدمِ معرفت کے اظہار اور مجہول کا حکم لگانے میں فرق	کفایت اللہ سنابلی	05
نخوت دین کے شاخسانے	رشید سمیع سلفی	09
صحابہ کرام حقائق وفضائل	عبدالکریم رواب علی سنابلی	12
اہل علم کی لغزشوں کے تئیں منصفانہ رویہ	جمیل احمد ضمیر سنابلی مدنی	22
غموں کی دھوپ کے آگے خوشی کے سائے ہیں	عتیق الرحمٰن سلفی	26
امہات المومنین کے چند امتیازی فضائل ومناقب	ابوالبیان رفعت سلفی	31
اسلام اور تعلیمِ نسواں	ابوالطیب محمد محبّ اللہ محمدی	37
نامور محققین ہند کی عربی واسلامی سرمائے کے تئیں خدمات (قسط اول)	محمد عزیر شمس ترجمہ: آفاق احمد شبیر احمد سنابلی	42
یزید کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے استعمال کا حکم	ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

ناقدین کی طرف سے عدمِ معرفت کے اظہار اور مجہول کا حکم لگانے میں فرق

کفایت اللہ سنابلی

کسی ناقد کی طرف سے عدمِ معرفت کا اظہار محض اپنی حد تک لاعلمی اور عدمِ اطلاع کا اعتراف ہوتا ہے جس کی بنیاد مکمل تحقیق وتفتیش پر نہیں ہوتی۔ لیکن جب کوئی ناقد کسی راوی پر غیر معروف یا مجہول کا حکم لگا تا ہے تو وہ ایک کلی حکم ہوتا ہے اور مکمل تحقیق وتفتیش کے بعد ہی یہ حکم صادر کرتا ہے۔

اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ زید نامی ڈاکٹر آپ کو سرسری طور پر دیکھ کر یہ کہہ دے کہ:

مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے جسم میں کوئی بیماری ہے۔

جبکہ بکر نامی ڈاکٹر آپ کو پوری طرح مکمل چیک کر کے یہ کہہ دے کہ:

آپ کے جسم میں کوئی بیماری نہیں ہے۔

تو ان دونوں ڈاکٹروں کا بیان ایک درجے کا ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر زید کے بیان کہ ”مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے جسم میں کوئی بیماری ہے“ کے بعد کوئی اور ڈاکٹر آپ سے یہ کہہ دے کہ آپ کے اندر کوئی بیماری ہے۔ تو آپ ڈاکٹر زید کی بات کو اُس کے عدمِ علم پر محمول کر کے نظر انداز کر دیں گے اور دوسرے ڈاکٹر کے بیان کو اس کے علم پر محمول کر کے یہ سمجھیں گے کہ اس نے اپنے پختہ علم اور مکمل تفتیش کے بعد یہ نتیجہ پیش کیا ہے۔

لیکن ڈاکٹر بکر کے بیان ”آپ کے جسم میں کوئی بیماری نہیں“ کے بعد اگر کوئی اور ڈاکٹر آپ سے یہ کہہ دے کہ آپ کے جسم میں بیماری ہے۔ تو یہاں آپ ڈاکٹر بکر کے بیان کو نظر انداز نہیں کر سکتے، کیوں کہ اس نے بھی اپنے پختہ علم اور اپنی تفتیش کو بروئے کار لاتے ہوئے نتیجہ پیش کیا تھا۔ اس لیے یہاں آپ ان دونوں میں سے اس ڈاکٹر کے بیان کو ترجیح دیں گے جو آپ کی نظر میں زیادہ تجربہ کار اور زیادہ مہارت والا ہے۔

یہی حال ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال کا بھی ہے کہ ان میں اگر کوئی ناقد محض اپنی حد تک اپنی لاعلمی اور عدمِ معرفت کا اظہار کرے تو اسے صرف اس وقت نظر انداز کیا جا سکتا ہے جب دوسرا ناقد اس کے معارض کوئی بات کہہ دے۔

لیکن اگر کوئی ناقد کسی راوی سے متعلق بالجزم غیر معروف یا مجہول کا فیصلہ صادر کر دے تو اس کے معارض قول آنے

پر بھی اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ بالجزم غیر معروف اور مجہول کا حکم مکمل تحقیق وجستجو اور بھرپور معلومات کے بعد ہی صادر ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے معاملے میں ہم دونوں ناقدین کی مہارت اور ان کے رتبے اور قرائن وغیرہ کی روشنی میں ترجیح دیں گے کہ کس کی بات زیادہ وزنی ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ اس اہم فرق سے غافل ہوتے ہیں اور پھر وہ دوطرح کی غلطیاں کرتے ہیں: ایک غلطی یہ کہ محض اپنے عدمِ علم ہی کی بنیاد پر بالجزم فیصلہ صادر کردیتے ہیں، مثلاً کسی کو کسی راوی کا ترجمہ نہیں ملا تو محض اپنے عدمِ علم کی بنا پر بالجزم اسے مجہول کہہ دیتے ہیں اور دوسری غلطی یہ کہ دیگر ائمہ کے کلام میں عدمِ معرفت کے اظہار کو مثلاً "لا نعرفه" وغیرہ کو بالجزم فیصلہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور دوسری طرف بالجزم فیصلے کو مثلاً مجہول کہنے کو محض ذاتی عدمِ واقفیت پر محمول کرنے لگ جاتے ہیں۔

☆ ائمۂ فن کی تصریحات:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال عياض: "ولفظة مجهول إنما تطلق في صناعة الأثر على من لم يعرف أحد من أهل الصنعة حاله وأما أن يسمع أحد بمن لا علم له به فلا ينبغي أن يطلقها عليه فيحكم عليه بذٰلك وقد عرفه غيره"

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ: لفظ "مجہول" کا اطلاق ائمۂ فن کے یہاں اُس راوی پر ہوتا ہے جس کی حالت کے بارے میں ائمۂ فن میں سے کسی کو بھی آگاہی نہ ہو، لیکن اگر کسی شخص کو کسی راوی کے بارے میں محض ذاتی طور پر علم نہ ہو تو اس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس پر "مجہول" کا حکم لگادے، جب کہ دوسرے لوگ اس پر آگاہ ہوں۔ [لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة:۷۹/۹]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ومن عادة الأئمة أن يعبروا في مثل هذا بقولهم: لا نعرفه أو لا نعرف حاله وأما الحكم عليه بالجهالة فقدر زائد لا يقع إلا من مطلع عليه أو مجازف"

"ائمۂ فن کی عادت یہ ہے کہ وہ ایسے مواقع پر "ہم اسے نہیں جانتے" یا "ہمیں اس کی حالت معلوم نہیں" جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ رہی بات بالجزم "مجہول" کا حکم لگا دینے کی تو یہ ایک بڑا فیصلہ ہے اور یہ کما حقہ وہی امام کرسکتا ہے جو تفتیش کے تمام مراحل کے بعد اس راوی کی اُس پوزیشن پر بخوبی واقف ہو چکا ہو، ورنہ پھر ایک غیر ذمے

دار شخص ہی ایسا بول سکتا ہے جو اپنی علمی حد سے آگے بڑھ کر بات کرنے کا عادی ہو' [لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة: ١٦٥/٢]

چنانچہ امام ابن المدینی، ابوحاتم اوران جیسے اساطینِ فن جب کسی راوی کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ " لا نعرفه" (ہم اسے نہیں جانتے) تو یہ محض ان کی طرف سے عدمِ معرفت کا اظہار ہوتا ہے، لیکن اگر یہ ائمہ فن کسی راوی کو بالجزم مجہول (غیر معروف) کہہ دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ائمہ پوری طرح تفتیش کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اُس کا کہیں کوئی سراغ نہیں ہے اور کسی بھی امام کے پاس اس کے بارے میں مطلوبہ معلومات نہیں ہیں۔

☆ مذکورہ فرق کو نظر انداز کرنے والوں میں امام ابن حزم رحمہ اللہ کا نام:

لیکن بعض اہلِ علم ایسے ہیں جنہوں نے اس بارے میں غیر ذمہ دارانہ فیصلے کر دیئے ہیں، یعنی کسی راوی سے متعلق محض اپنی لاعلمی کی بنا پر مجہول کا فیصلہ صادر کر دیا، امام ابن حزم (المتوفی ۴۵۶) انہی لوگوں میں سے ہیں۔

چنانچہ ایک مشہور ثقہ حافظ امام کے بارے میں ابن حزم رحمہ اللہ نے محض اپنی لاعلمی کی بنا پر ''مجہول'' کہہ دیا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا:

"وهذه عادة ابن حزم إذا لم يعرف الراوي يجهله ولو عبر بقوله: لا أعرفه لكان أنصف "

یہ ابن حزم کی عادت ہے کہ جب وہ کسی راوی کی معرفت نہیں رکھتے تو اسے ''مجہول'' کہہ دیتے ہیں، جبکہ اگر وہ ''لا اعرفه'' (میں اسے نہیں جانتا) کی تعبیر استعمال کرتے تو یہ مبنی بر انصاف بات ہوتی۔ [لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة: ٥٥٤/١]

ایک اور مشہور ثقہ امام کے بارے میں بھی امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی لاعلمی کی بنا پر اسے مجہول کہہ دیا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

"ولم يعرفه ابن حزم فقال في المحلى: إنه مجهول وهذا تهور من ابن حزم يلزم منه أن لا يقبل قوله في تجهيل من لم يطلع هو على حقيقة أمره "

''ابن حزم انہیں پہچان نہیں سکے تو ''محلیٰ'' میں انہیں مجہول کہہ دیا۔ یہ ابن حزم کی زیادتی ہے اور اس بنا پر ضروری ہے کہ وہ کسی راوی کے حالات سے ناواقفیت کی بنا پر جو مجہول کہتے ہیں تو ان کی یہ بات قبول نہ کی جائے'' [لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة: ١٦٥/٢]

☆ امام ابن القطان رحمہ اللہ بھی امام ابن حزم رحمہ اللہ کے نقش قدم پر:

امام ابن القطان بھی اس معاملے میں ابن حزم رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وابن القطان يتبع ابن حزم في إطلاق التجهيل على من لا يطلعون على حاله "

''جن رواۃ کے بارے میں محض خود کو علم نہ ہوانہیں مطلق ''مجہول'' کہنے میں ابن القطان بھی ابن حزم کی پیروی کرتے ہیں''[لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة:۱/۵۳۳]

☆ حافظ ابن حجر کی طرف سے ابن حزم اور ابن القطان رحمہما اللہ پر رد:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن حزم اور ابن القطان رحمہما اللہ کے اس طرزِ عمل پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد وقعت هذه العبارة في كلام ابن حزم وفي كلام بعض من تبعه كابن القطان وليس بجيد منهم "[لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة:۹/۷۹]

اس طرح کی باتیں امام ابن حزم کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور بعض ان لوگوں کے یہاں پائی جاتی ہیں جو ابن حزم کے نقشِ قدم پر چل پڑے جیسے ابن القطان، اور ان لوگوں کا یہ رویہ ٹھیک نہیں ہے۔[لسان الميزان لابن حجر، ت أبي غدة:۹/۷۹]

ایک اور جگہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا:

"عده أبو الحسين بن القطان فيمن لا يعرف وذلك قصور منه فلا تغتر به وقد أكثر من وصف جماعة من المشهورين بذلك وتبعه إلى مثل ذلك أبو محمد بن حزم ولو قالا لا نعرفه لكان أولى لهما"

'' ابن القطان نے انہیں ان لوگوں میں شمار کردیا جو "**لا یعرف**"(غیر معروف) ہیں اور یہ ان کا قصور ہے، لہٰذا اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ ابن القطان نے ایسے بہت سے مشہور رواۃ کو مجہول وغیر معروف کہہ ڈالا ہے، یہی طرزِ عمل ابن حزم کا بھی ہے، حالانکہ یہ دونوں ایسے مواقع پر" **لا نعرفه**" (ہم اسے نہیں جانتے) کی تعبیر استعمال کرتے تو ان کے لیے بہتر تھا''[تهذيب التهذيب لابن حجر، ط الهند:۹/۴۸۸]

خلاصۂ کلام یہ کہ:

کسی راوی سے متعلق محض عدمِ معرفت کے سبب اس پر مجہول کا حکم لگانا درست نہیں ہے، ناقدین جب کسی راوی سے متعلق عدمِ معرفت کا اظہار کرتے ہیں اور کسی راوی پر مجہول کا حکم لگاتے ہیں تو دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

نخوتِ دین کے شاخسانے

رشید سمیع سلفی

نخوت ورعونت انسانی طبیعت کا ایسا آزار ہے جس سے انسان اللہ کے ساتھ بندوں کی نظروں سے بھی گر جاتا ہے، یہ نخوت مال ودولت پر بھی ہوتی ہے، علم وقابلیت پر بھی ہوتی ہے، حسن ورعنائی پر بھی ہوتی ہے، طاقت وقوت پر بھی ہوتی ہے، مگر نخوت کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو دین اور مذہبی نفسیات سے تعلق رکھتی ہے، نماز وروزہ پر، حج وعمرہ پر، صدقہ وخیرات پر، دینی خدمات پر بھی جذبۂ نخوت انگڑائیاں لیتا ہے، چہرے کا جغرافیہ بتادیتا ہے کہ یہ مقدس مخلوق کن احساساتِ نازکی بلائیں لے رہی ہے؟ اس فتنۂ عالم رسا کا اظہار زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں سے ہوتا ہے، تکبر کسی بھی قسم کا ہو وہ گناہِ کبیرہ ہے، اللہ کی معصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے تو دوٹوک فرمادیا ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى﴾

"پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے" [النجم:۳۲]

یہاں تک کہ رائی کے برابر کبر بھی اللہ کو گوارہ نہیں ہے، تاہم انسان کہاں سننے والا ہے؟ بے چین طبیعتیں قول وعمل میں گل کھلاتے رہتی ہیں۔

سماج اور معاشرے کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ کس طرح اس خصلت نے دینداروں کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر بنایا ہے، یہ دینی نخوت ہی تو ہے کہ ہر گروہ وجماعت اپنے لیے جنت کا سرٹیفکیٹ اور دوسروں کے لیے دوزخ کا پروانہ لے کر گھوم رہی ہے، عالمِ بالا اور جنت پر ان کا بلاشرکت غیرے قبضہ ہوتا ہے جہاں کسی اور جماعت کو منہ مارنے کی اجازت نہیں ہوتی، اس رویے نے شاعروں کو بھی علماء وصلحاء کا مذاق اڑانے کا موقع فراہم کیا ہے، شاعر کہتا ہے:

ملے گی شیخ کو جنت، ہمیں دوزخ عطا ہوگا ۔۔۔ بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر بپا ہوگا
بھروسہ کس قدر ہے تجھ کو اختر اس کی رحمت پر ۔۔۔ اگر وہ شیخ صاحب کا خدا نکلا تو کیا ہوگا؟

جوشِ نخوت میں جنت کا نرخ اتنا گرادیا جاتا ہے کہ جگہ جگہ بہشتی دروازے تعمیر ہوجاتے ہیں جن سے داخل ہونے والوں کے لیے جنت پکی ہوجاتی ہے، ذرا اور آگے بڑھیے تو کوئی دنیا میں بیٹھ کر جنت کے محل بیچ رہا ہوتا ہے، کوئی برسرِ اسٹیج جنت کا ٹکٹ تقسیم کررہا ہوتا ہے، محرم ومیلاد کی مناسبتوں پر چندہ دینے والوں کے لیے خلد کے دروازے چوپٹ کھول دیے جاتے ہیں۔

دوزخ ترے قبضے میں ہے جنت ترے گھر کی

اختلافی مسائل میں دلیل کی بنیاد پر موقف سے اختلاف فطری امر ہے، صحابہ میں بھی مسائل میں رائیں مختلف ہو

جاتی تھیں، مگر اختلاف رائے کو حق وباطل کا معرکہ بتا کر ایک دوسرے کی تنقیص اور تکفیر دور دور تک نظر نہیں آتی ،لیکن اب نخوتِ دین کے متوالے تکفیر کی بندوق لے کر اپنا موقف منوانے کی کوشش کرتے ہیں، ایک ایک مسئلے پر تھوک کے بھاؤ لوگوں کو جہنم رسید کر رہے ہیں، اخروی چارج خود سنبھال کر داروغۂ جہنم کو فارغ کر دیا جاتا ہے، تکفیر کا پودا ایسے لوگوں کے ذریعہ ہی پھل پھول رہا ہے۔

مقامِ صحابیت پر شب خون مارنے والے بھی بادۂ نخوت سے مدہوش ہوتے ہیں، برتری کا خمار صحابۂ کرام کے فضائل پر جھاڑو پھیر دیتا ہے لیکن اکابرینِ جماعت صحابہ پر بھی بازی لے جاتے ہیں، بعض تو اپنے ممدوح کو القاب وآداب کی سیڑھیوں پر چڑھا کر کے اتنی بلندی پر پہنچا دیتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر شرفِ صحابیت کے بھی پر جلنے لگیں، فکر کی یہی باغیانہ روش ہے جو آگے چل کر شیعیت سے بغلگیر ہو جاتی ہے اور باری باری صحابہ کی عظمت کی قبا کو نوچتی ہے اور شیعیت سے داد وصول کرتی ہے۔

اللہ رے کافری ترے طرزِ خرام کی　　　　نقشِ قدم سے کر دیا کعبے کو سومنات

دعوت وتبلیغ کی جولانگاہوں میں بھی نخوتِ دین کی لالہ کاری ہے،کوئی جگہ جگہ بلاضرورت برسرِ اسٹیج یہ بیان کرتا پھرے کہ میں نے اتنے لوگوں کو مسلمان بنایا ہے یا اتنی بڑی تعداد میں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھایا ہے، یہ اور بات ہے کہ ہندو اکثریتی ملک میں اس طرح کی فخریہ باتیں ماحول میں فرقہ پرستی کا زہر گھول دیتی ہیں اور ایک نئ مصیبت مسلمانوں کے دروازے پر دستک دینے لگتی ہے، لیکن سود وزیاں سے بے نیاز اسلام کے غازی ڈرتے کہاں ہیں؟ دعوت وتبلیغ کیا تشہیر اور جتانے کی چیز ہوتی ہے یا خاموشی اور حکمت سے اپنا کام کرتے رہنے کی ڈگر ہے؟

کوئی کسی علاقے کی دینی وفکری بیداری کو اپنی طرف منسوب کر کے عوام سے داد وتحسین وصولنے کے فراق میں رہتا ہے، کوئی زندگی میں ہی اپنی خدمات پر کتاب لکھواتا ہے اور کوئی جیتے جی اپنی شخصیت پر سیمینار کراتا ہے، کوئی چند دعائیں اور اقوال جمع کر کے کتاب خواں سے صاحبِ کتاب کے پائیدان پر قدم رکھ دیتا ہے، کوئی اپنے آپ کو سب سے بڑا داعی وقت ظاہر کرتا ہے اور چند صفحات پر مشتمل کتابوں کی تعداد بتا بتا کر ایسا ظاہر کرتا ہے جیسے قلعۂ کفر فتح کر لیا ہو، شاعر کہتا ہے:

خوش فہمیوں کے سلسلے اتنے دراز ہیں　　　　ہر اینٹ سوچتی ہے کہ دیوار مجھ سے ہے

نخوت کی گرم بازاری ایسی ہے کہ علم وصلاحیت کی دھونس جمانے کی کوشش کی جاتی ہے، عوام الناس میں تقریر کو فنی نکتہ آفرینیوں اور لطائف سے ایسے بوجھل کر دیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دماغوں کو پسینہ آ جائے، کوئی جہلاء سامعین کے سامنے حدیث کی طویل سندیں بیان کر رہا ہے، کوئی اپنی سند سیدھے نبی تک پہنچا رہا ہے، عوام سمجھتی تو کچھ نہیں ہے

لیکن چہرے پراڑتی ہوائیاں ان کی قابلِ رحم حالت کا پتہ دیتی ہیں۔

وفات پر تعزیت لکھنے والوں نے بھی نخوت میں کسر اٹھا نہ رکھی ہے، اسلوبِ کلام میں مبالغہ آرائی ایسی کہ لگتا ہے اب ان کی وفات کے بعد اسلام کا بیڑا ہی غرق ہو جائے گا، پہلے بھی جو رونق تھی ان کے دم سے ہی قائم تھی، حجۃ الاسلام، صدر الاسلام، مفکر اسلام، سلطان لوح وقلم، کشتئ ملت کے ناخدا جیسے القاب کی ہار ان کی لاش پر سجادی جاتی ہے، مرنے والے کی لفظی مورتی بنا کر ذہنی پرستش شروع کردی جاتی ہے۔

نخوت نے عقل کا ایسا دیوالیہ کیا ہے کہ لوگ اب نام نہاد اسلامی ڈراموں سے ایمان تازہ کررہے ہیں، بدنامِ زمانہ سیریئل کو دیکھنا نہ صرف کارِ ثواب سمجھا جارہا ہے بلکہ ان کے مسلم ایکٹروں کا موازنہ اسلامی تاریخ کے فاتحین سے کیا جارہا ہے، اگرچہ وہ ڈرامے شرکیات اور اباحیت کی تبلیغ کررہے ہوں، مملکتِ خداداد کے مومنین ومومنات تو ان کے لیے درازئ عمر کی دعائیں مانگ رہے ہیں تاکہ ڈراموں کے ذریعہ سے اسلام کی عظمتِ رفتہ اور قوم کی شوکت گذشتہ کو بازیاب کیا جائے۔

اب تو سراب ہی سے بجھانے لگے ہیں پیاس ۔۔۔ لینے لگے ہیں کام یقیں کا گماں سے ہم

بعض شخصیات کو اگر اسٹیج، مائیک اور اشتہار سے رسم وراہ ہو جائے تو نخوت کا درجۂ حرارت اور بڑھ جاتا ہے، پھر سماعتوں کو لوگوں کا کیا ہوا سلام بھی سنائی نہیں دیتا، اس لیے جواب ندارد، اصاغر سے نظریں چرانا، تجاہل برتنا، درخور اعتنا سمجھنا، نظر انداز کرنا اچھے اچھوں کا وطیرہ ہے، مگر اعاظم کے استقبال کے لیے دوڑ پڑنا، احترام میں دست بستہ کھڑے رہنا، چشم براہ ہونا سعادتِ دارین سمجھی جاتی ہے۔

کسی غریب کا کب احترام کرتی ہے ۔۔۔ لباس دیکھ کے دنیا سلام کرتی ہے

یہ بھی نخوتِ دین کا مظہر ہے کہ آدمی نے پوری زندگی سیہ کاریوں میں گزاری ہوتی ہے، تجارت میں حرام وحلال سے بے نیاز ہو کر دونوں ہاتھوں سے دولت جمع کی ہوتی ہے، اب بڑھاپے میں تمام کالے کام بیٹوں کو سونپ دیا جاتا ہے اور ایک عدد حج کر کے زمانے کی گوشمالی کے لیے فارغ ہو لیا جاتا ہے، اب ہر جگہ لیکچر دیا جارہا ہے، دوسروں کو آداب سکھائے جارہے ہیں، عقبیٰ کے غم میں دبلے ہو رہے ہیں، ہر غلط کام پر دوسروں کے پیچھے ڈنڈا لے کر دوڑ رہے ہیں۔

گھوم پھر کر دیکھیے تو جا بجا نخوتِ دین کی عملداری ہے، خمارِ زہد کے شاخسانے ہیں، نخوتِ دین ایک چھلاوہ ہے، چہرہ بدل بدل کر یہ واردات انجام دیتی ہے، یہ کوئی بھی شکل اختیار کرسکتی ہے، کوئی بھی روپ دھار سکتی ہے، کسی پر بھی حملہ آور ہوسکتی ہے، ضروری ہے کہ اس کی آہٹ کو محسوس کریں اور اس ایمان شکن فتنے سے بچنے کا سامان کریں کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند، تو جو کوئی ان دونوں چیزوں کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

صحابۂ کرام: حقائق و فضائل

عبدالکریم رواب علی سنابلی
الخبر ۔سعودی عرب

صحابۂ کرام کے مناقب وفضائل، مراتب ومنازل یا ان کے تعلق سے دیگر جماعتوں کے آراء ونظریات پر بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''صحابی'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کردی جائے تاکہ ''صحابی'' کے دائرۂ وسعت سے واقفیت حاصل ہوسکے۔

صحابی لغوی اعتبار سے :

یہ صحابہ کی طرف منسوب ہے اور صحابہ یا تو بمعنی صحبت ہے یا بمعنی صاحب۔ لہٰذا جس شخص نے کسی کی صحبت اختیار کی گویا وہ اس کا صاحب ہوگیا۔اور لفظِ صاحب مشتق ہے: صحِب یصحَب سے۔

صحابی شرعی اعتبار سے :

دراصل صحابی کی تعریف کے تعلق سے ائمہ ومحدثین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے لہٰذا جو تعریف سب سے جامع ومانع اور جمہور علماء کے نزدیک راجح مانی جاتی ہے وہی یہاں زیر بحث ہوگی۔وہ مندرجہ ذیل ہے:

''من لقی النبی ﷺ مؤمنا به و مات علی الاسلام ''

''جس نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام کی حالت میں وفات پایا ہو'' ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔[الاصابة لابن حجر العسقلانی: ج:۱، ص:۱۰]

من لقی: (جس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی) گویا صحابی کے لیے شرط ہے کہ آپ ﷺ بالمشافہ ملاقات ثابت ہو، اگر ملاقات ثابت نہیں ہے تو صحابی کا اطلاق نہیں ہوگا گرچہ آپ ﷺ کی زندگی میں وہ شخص مشرف بہ اسلام ہی کیوں نہ ہوا ہو۔جیسے نجاشی بادشاہِ حبشہ۔

مؤمنا به : (آپ ﷺ سے ملاقات ایمان کی حالت میں ہوئی ہو) اگر آپ ﷺ کی زندگی میں کافر تھا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام قبول کیا ہو تو اس کا شمار صحابی میں نہیں ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی دیگر انبیاء جیسے حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتا تھا لیکن آپ کی نبوت کا منکر تھا اس کا بھی شمار صحابی میں نہیں ہوگا۔ چونکہ اس کے اندر ایمان کی شرط مفقود ہے۔

و مات علی الاسلام: (اور اس کی وفات بھی اسلام کی حالت میں ہوئی ہو) گویا اگر کسی نے آپ ﷺ سے

ملاقات حاصل کی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار بھی کیا لیکن آپ ﷺ کی زندگی کے بعد یا آپ ﷺ کی زندگی میں مرتد ہوگیا اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی تو اس کا بھی شمار صحابی میں نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا تعریف کی روشنی میں وہ تمام لوگ دائرہ صحابی میں شامل ہوں گے جن کی صحبت آپ ﷺ کے ساتھ ثابت ہے چاہے صحبت لمبی تھی یا مختصر، آپ ﷺ سے احادیث روایت کی ہو یا نہ کی ہو، آپ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو یہاں تک کہ وہ تمام جمّ غفیر صحابہ شمار کیے جائیں گے جو حجۃ الوداع کے موقع سے آپ کے ساتھ موجود تھے۔

چونکہ ان کے اندر صحابی کی شرطیں پائی جاتی ہیں ۔اسی طرح صحابی کے دائرہ میں وہ تمام چھوٹے ، بڑے ،مرد، عورت ،غلام، آزاد، صاحب بصارت اور نابینا بھی شامل ہوں گے جن کے اندر مندرجہ بالا شروط پائے جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’**ویدخل کل مکلف من الجن و الانس اذاانطبقت علیه شروط الصحابی**‘‘ ’’صحابی کے دائرہ میں وہ تمام انس وجن داخل ہوں گے جن کے اندر صحابی کی شرطیں پائی جاتی ہیں‘‘

کیا جنّوں کا شمار صحابہ میں ہوگا؟

جمہور علماء کا موقف ہے کہ جنوں میں جس کی ملاقات ایمان کی حالت میں بالمشافہ آپ ﷺ سے ثابت ہے ان کا شمار صحابی میں ہوگا۔ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’**أما الجن فالراجح دخولهم لأن النبی ﷺ بعث الیهم قطعاً وهم مکلفون فیهم العصاة والطائعون ،فمن عرف اسمه منهم لا ینبغی التردد فی ذکره فی الصحابة**‘‘

’’جنّوں کے تعلق سے راجح بات یہی ہے کہ ان کا شمار صحابہ میں ہوگا کیونکہ آپ ﷺ ان کی طرف بھی مبعوث کیے گیے تھے، وہ بھی مکلّف ہیں، ان میں بدکار بھی ہیں نیکوکار بھی ہیں، جنّوں میں جس کا نام معلوم ہو اس کو صحابہ میں شمار کرنے سے تردد کرنا مناسب نہیں ہے‘‘ [انتهى من فتح الباری : ٤/٧]

بہرحال انسانوں کی طرح جنّوں کی تخلیق کا بھی مقصد عبادت وریاضت ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ**﴾[الذاریات:٥٦]

جنّوں کی جماعت میں بھی کچھ مسلمان ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کے قائل ہیں ۔جنّوں کی جماعت سے کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا، بلکہ سارے انبیاء انسان تھے۔

﴿**وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ**﴾

’’ہم نے آپ سے پہلے جتنے انبیاء مبعوث کیے وہ سب انسان تھے‘‘ [یوسف:١٠٩]

اسی طرح جنّوں کا آپ ﷺ کے پاس آنا، قرآن سننا، آپ کی رسالت کا اقرار کرنا، اپنی جماعت کو قرآن کی ترغیب دینا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔اس کی مکمل تفصیل سورہ احقاف میں موجود ہے۔

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ. قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ. يَاقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوا بِهِ ......﴾

''ہم نے جنّوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف متوجہ کیا وہ قرآن سن رہے تھے، جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو کہا خاموش ہوجاؤ، پھر جب ختم ہوگیا تو اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے واپس لوٹے اور کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، جو سچے دین اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اے قوم کے لوگو! اس داعی کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ'' [الاحقاف: ۲۹۔۳۱]

گویا اس جماعت نے قرآن کو بغور سنا سمجھا اور اس کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے، اور اپنی قوم کو بھی آپ کی طرف دعوت دی اور آخرت کے انجام سے باخبر کیا۔

اسی طرح جنّوں کے وفود کا آپ ﷺ کے پاس آنا، قرآن سیکھنا اور آپ کا ان کے پاس جا کر دین سکھانے کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے علقمہ رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی لیلۃ الجن کو آپ کے ساتھ تھا؟ ابن مسعود نے کہا کوئی نہیں البتہ آپ رات بھر ہم سے غائب رہے، ہم بہت گھبرائے ہوئے تھے، تمام گھاٹیوں میں تلاش کیے، صبح صادق سے پہلے دیکھا کہ آپ غار حرا سے واپس آرہے ہیں۔ ہم نے ساری کیفیت بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ'' ''میرے پاس جنّوں کا ایک قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر میں نے انہیں قرآن سنایا'' [صحيح مسلم: ٤٥٠]

قارئین کرام! ان مندرجہ بالا نصوص سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنّوں کو قرآن سنایا کرتے تھے، انہیں اسلام کی دعوت دی، اور جن مسائل کی اس وقت انہیں ضرورت تھی وہ سب بھی سکھلایا، اسی طرح جن آپ کے پاس آتے تھے، اسلام سیکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے، لہٰذا ان تمام نصوص کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کا موقف ہے کہ جنّوں میں جس کسی نے ایمان کی حالت میں آپ سے بالمشافہ ملاقات کی اور اسلام کی حالت میں وفات پائی ان کا شمار صحابۂ کرام میں ہوگا۔

کیا تمام صحابۂ کرام فضائل میں یکساں ہیں ؟

عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام کا شمار قرنِ نبی ﷺ میں ہوتا ہے جس کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا ہے "خیر القرون قرنی" انبیاء کے بعد صحابۂ کرام اللہ کے بہتر بندے ہیں جس کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا:

"ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ"

"پھر اللہ نے محمد ﷺ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو بندوں میں سب سے بہتر دل صحابۂ کرام کا پایا،

[مسند احمد: ٣٦٠٠]

اس کے باوجود تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فضل ومنقبت میں برابر نہیں ہیں بلکہ ایمان میں سبقت لے جانے ہجرت میں پہل کرنے اور جہاد و نصرت میں اقدام کرنے کے اعتبار سے ان کے مراتب و درجات مختلف ہیں۔

اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد چار خلفاء راشدین مہاجرین میں سب سے بہتر ہیں بلاشبہ ان کا تقابل دوسرے صحابہ سے نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بقیہ عشرہ مبشرہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دنیا میں سنادی تھی، اس کے علاوہ بدری صحابۂ کرام کے تعلق سے آپ ﷺ نے فرمایا:

"اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ"

"اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے تعلق سے فرمایا جو دل چاہے کرو میں نے تم لوگوں کو بخش دیا ہے" [مسلم: ٢٤٩٤]

گویا اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ کرام کو بڑی فضیلت بخشی ہے اور ان کی مغفرت کا اعلان دنیا ہی میں کر دیا ہے۔

اسی طرح وہ تمام صحابۂ کرام جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی خوشنودی کا اظہار واعلان کیا ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

"اللہ تعالیٰ ان تمام مومنوں سے راضی ہوگا جو درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے" [الفتح: ١٨]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

"جس نے بھی درخت کے نیچے بیعت کی وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا" [سنن الترمذی: ٣٨٦٠، صحیح]

اللہ تعالیٰ نے اہل بیعت الرضوان سے رضامندی کا اظہار کیا جو ان کی فضیلت وعظمت پر غماز ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ......﴾

''جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی'' [الحدید:۱۰]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام کو فضیلت اور فوقیت بخشی ہے جنھوں نے فتح سے پہلے اسلام قبول کیا اور جنگ میں شرکت کی۔

اسی طرح قرآن کی ایک دوسری آیت ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

''جو مہاجر اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب بھی اس سے راضی ہوئے'' [التوبۃ:۱۰۰]

امام شعبی کہتے ہیں کہ مہاجر وانصار میں سابقین اولین وہ ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعۃ الرضوان کا شرف حاصل کیا (تفسیر ابن کثیر) بہر حال وہ صحابۂ کرام جنہوں نے ایمان واسلام میں سبقت کی وہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہتر ہیں۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنائی ہے۔ جیسے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور امہات المومنین وغیرھم۔ یہ تمام صحابۂ کرام ایسے ہیں جنہیں آپ ﷺ نے خصوصی طور پر شہادت کی بشارت دی ہے۔ چونکہ اس کا تعلق شریعت سے ہے نہ کہ عقل سے لہٰذا شہادت کی بشارت دینا یا شہید کے لقب سے ملقب کرنا صرف انہیں کے لیے جائز ہے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے بشارت سنائی یا پیش گوئی فرمائی ہے۔

قارئین کرام! صحابۂ کرام کے تقابل کے تعلق سے اہل سنت وجماعت کا موقف ہے کہ تمام صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن کی فضیلت نصوص قرآنیہ یا احادیث نبویہ میں ملتی ہیں انہیں دیگر صحابۂ کرام پر فوقیت دیتے ہیں۔

صحابۂ کرام عادل و ثقہ ھیں:

وہ صحابۂ کرام جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اعلان کردیا، وہ صحابۂ کرام جنھوں نے آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے کانوں سے فرامین سنے، اچھی طرح سے ذہن نشین کیا اور پھر اس امانت کو امت تک پہنچانے

کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا ہے ان کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ سب عادل وثقہ ہیں، قرآن وحدیث میں ایسے بیشتر نصوص ہیں جو ان کی عدالت پر غماز ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں فرمایا کہ جن صحابۂ کرام نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگیں لڑیں وہ دیگر صحابہ سے بہتر ہیں اور مزید فرمایا: ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ یہ آیت صحابۂ کرام کی عدالت پر صحیح دلیل ہے۔

(۲) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَى أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾

''جن کے لیے پہلے ہی سے نیکی ثابت ہو چکی ہے وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے'' [الانبیاء:۱۰۱]

گویا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے جہنم سے برأت کا اعلان کر دیا ہے جو ان کی عدالت وثقاہت پر بڑی دلیل ہے۔

(۳) آپ ﷺ نے فرمایا: ''خیر القرون قرنی......'' ''بہترین زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے''

گویا صحابۂ کرام کا دور بہتر تھا اور آپ ﷺ کا یہ کلام صحابہ کرام کی عدالت کی صریح دلیل ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ﴾ [الفتح:۱۸]

اللہ نے ان تمام صحابۂ کرام سے اپنی رضامندی کا اعلان کیا جو بیعت الرضوان میں شریک تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی صحابہ کرام کی عدالت وصداقت کے لیے کافی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ......﴾ [توبة:۱۰۰]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی صحابہ کرام سے اپنی خوشنودی کا اعلان کیا ہے اور جنت کی بشارت سنائی ہے، یہ تمام نصوص صحابۂ کرام کی عدالت وصداقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

عدالت سے مراد صحابۂ کرام کی معصومیت یا ان کی پاکدامنی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی عدالت و صداقت پر بحث کیے بغیر ان کی مرویات کو قبول کیا جائے گا، جرح وتعدیل یا اصول الحدیث کے شروط کے میزان پر انہیں پرکھا نہیں جائے گا۔

آیئے اس تعلق سے ائمہ ومحدثین کے آراء ومواقف کا بھی دراسہ کرتے ہیں، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اتفق اهل السنة على أن الجميع عدول ولم يخالف فى ذالک الاشذوذ من المبتدعة''

''اہل سنت کا صحابۂ کرام کے عادل ہونے پر اتفاق ہے سوائے بعض مبتدعین کے کسی کا اختلاف نہیں ہے''

[الاصابة فی تمییز الصحابة:۱/۶]

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "**و نحن وان كان الصحابة قد كفينا البحث عن أحوالهم لاجماع أهل الحق من المسكين وهم أهل السنة والجماعة على انهم كلهم عدول**"

"اہل سنت و جماعت کے اجماع کی وجہ سے صحابۂ کرام کے احوال پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سارے صحابہ عادل ہیں" [الاستيعاب فى معرفة الاصحاب:ص:٢٣ ،دار الأعلام]

امام ابیاری کہتے ہیں: "**وليس المراد بعد بعد التهم ثبوت العصمة لهم واستحالة المعصية و انما المراد قبول رواياتهم من غير تكلف بحث عن اسباب العدالة و طلب التزكية......**"

"عادل سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں یا ان کی پاکدامنی کو ثابت کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی عدالت وثقاہت پر بحث کیے بغیر ان کی مرویات کو قبول کرنا ہے" [البحر المحيط للزركشي: ٤/ ٣٠٠]

صحابۂ کرام کے فضائل و مناقب :

نبی کریم ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابۂ کرام جنہوں نے آغوشِ نبوت میں پرورش پانے کا اعزاز حاصل کیا، جو ایمان کامل اور یقین محکم کے حسین مرقع تھے جنہوں نے اپنی ایمانی آنکھوں سے چہرۂ نبوت کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کی، جن کے ایمان وصدق کو امت مسلمہ کے لیے معیار قرار دیا گیا، جن کے خلاف زبان درازی کرنے والا شخص اللہ ورسول اور تمام ملائکہ کی لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے، ایسی جماعت جس سے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کا اعلان قرآن میں کرتا ہے، انہوں نے اسلام کے ستونوں کو قائم کیا اور رسالتِ نبوت کو دنیا کے چپہ چپہ میں پہنچایا۔

قارئین کرام! آیئے قرآن واحادیث کی روشنی میں صحابہ کے مناقب پر نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) آپ ﷺ نے فرمایا:

"**لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلاَ نَصِيفَهُ**"

"میرے کسی صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو وہ نہ ان کے ایک مُد کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ ہی آدھے مد کے برابر" [صحيح البخاري :٢٥٤١]

گویا ایک صحابی کا اپنی تنگ دستی کے باوجود تھوڑا خرچ کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ پاکیزہ اور اجر کے لائق ہے۔

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا: "**خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ**"

"سب سے بہتر لوگ میرے دور کے ہیں (صحابۂ کرام) پھر جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے" [صحيح البخاري :٢٦٥٢]

گویا آپ کے دور کے لوگ یعنی صحابۂ کرام اس امت کے بہتر لوگ ہیں۔

(۳) قرآن کی آیت ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

''جومہاجرین وانصار مقدم اور سابق صحابۂ کرام ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے'' [التوبة:۱۰۰]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار سے اپنی خوشنودی کا اعلان کیا ہے جو ان کی فضیلت وبرتری کی اعلیٰ دلیل ہے۔

(۴) قرآن کریم کی ایک دوسری آیت ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا﴾ [الحديد:۱۰]

اللہ تعالیٰ اس آیت کے اندر ان صحابۂ کرام کو جو فتح سے پہلے مال ودولت خرچ کیے اور جنگوں میں شرکت کی دیگر صحابہ پر فوقیت دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ فرمایا: ''وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى'' ''اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے بھلائی کا وعدہ کیا'' گویا اللہ تعالیٰ نے وعدۂ خیر تمام صحابہ کرام سے کیا جو ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

(۵) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دیا اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور بہتر رزق ہے'' [الانفال:۷٤]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کو سچا مومن قرار دیتے ہوئے ان کے لیے مغفرت کا پروانہ سنایا ہے۔

(٦) آپ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر فرمایا:

''اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَةْ، فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ''

''عیش وعشرت تو آخرت کی ہے، اے اللہ مہاجرین وانصار کی مغفرت فرما'' [صحيح البخاری:۳۷۹۷]

آپ ﷺ نے خندق کی کھودنے کے موقع پر یہ دعا کی تھی اور خصوصی طور پر مہاجرین وانصار کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی تھی۔

(۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ"

"انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے نفرت رکھنا نفاق کی علامت ہے" [صحيح البخاري:١٧]

آپ ﷺ نے انصار کے مناقب وفضائل کو اجاگر کیا ہے اور ان سے محبت ونفرت کرنے کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

(۸) مسند احمد کی روایت ہے کہ:

"ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَقَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ"

"اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل کا معائنہ کرنے کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو صحابہ کرام کے دلوں کو دیگر بندوں کے دلوں سے بہتر پایا، لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ساتھی بنادیا جو آپ کے دین کی حمایت کے لیے قتال کریں گے" [مسنداحمد: ٣٦٠٠]

یہ حدیث اس بات کی طرف صریح اشارہ کرتی ہے کہ صحابہ کرام کے دل دیگر لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور صحابۂ کرام امت کے بہتر لوگ ہیں۔

صحابۂ کرام کے بارے میں خوارج و روافض کا عقیدہ :

قرآن واحادیث میں صحابۂ کرام کے مناقب وفضائل کے ان گنت نصوص وارد ہونے کے باوجود روافضہ نے صحابۂ کرام کے تعلق سے زبان درازی کی اور خلفاء راشدین، امہات المومنین اور بہت سے صحابہ کرام کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے میں ذرہ برابر جھجک محسوس نہیں کیا۔ تہمت تراشی اور افتراء پردازی میں انتہا کرتے ہوئے بعض صحابۂ کرام کو (نعوذ باللہ) کافر تک قرار دے دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی مدح وسرائی میں افراط وغلو سے کام لیا۔ وہیں دوسری طرف خوارج نے حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ جو بھی صحابہ کرام شریک ہوئے سب کی تکفیر کی ہے۔

شیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ" میں لکھتے ہیں:

"وفضلت اليهود والنصارى على الرافضة بخصلتين: سئلت اليهود من خير أهل ملتكم.؟

قالوا:أصحاب موسیٰ، وسئلت النصاری من خیر أهل ملتکم؟ قالوا:حواري عیسی ، وسئلت الرافضة:من شر أهل ملتکم؟ قالوا:أصحاب محمد ‘‘

’’یہود ونصاریٰ کو دو وجوہات کی بنا پر رافضہ پر فوقیت دی جائے گی۔ یہودیوں سے جب پوچھا گیا کہ تمہاری امت کے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا اصحاب موسیٰ، اسی طرح جب نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ تمہاری امت کے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا عیسیٰ کے حواری۔لیکن جب رافضہ سے پوچھا گیا کہ تمہاری امت کے سب سے برے لوگ کون ہیں تو انہوں نے کہا محمد ﷺ کے ساتھی (صحابہ کرام‘‘ [منهاج السنة النبوية:۲۷/۱]

صحابۂ کرام کے تعلق سے اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ :

اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام سے محبت کرنا واجب ہے ۔ اوران کے لیے دعائیں کرنا ضروری ہے، ان سے بغض رکھنا حرام ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے اور جنت کی خوشخبری دی ہے، تمام صحابۂ کرام ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

احادیث ومرویات کے قبول کرنے کے لیے انہیں اصول حدیث یا جرح وتعدیل کے میزان پر نہیں پرکھا جائے گا۔ صحابہ کے متعلق ہم اپنے دلوں کو بغض وکینہ سے پاک رکھتے ہیں، انبیاء کے بعد انسانیت کی سب سے بہتر جماعت ہے، صحابۂ کرام انبیاء کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہیں بلکہ ان سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے اور جنت کی بشارت سنائی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ گرچہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے اپنی رضامندی کا اعلان کیا ہے۔اور جنت کی بشارت سنائی ہے لیکن تمام صحابۂ کرام مرتبے اور مناقب میں برابر نہیں ہیں بلکہ آپس میں تفاوت پایا جاتا ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ گزر چکا ہے، صحابۂ کرام نے مسائل میں اختلاف کیا ہے تاہم صحابۂ کرام دینی مسائل میں مجتہد تھے انہوں نے کبھی بھی عمداً غلطیاں نہیں کیں، جس کا اجتہاد صحیح تھا انہیں دوگنا اجر ملا اور جس کا صحیح نہیں تھا انہیں ایک اجر ملا۔

اہل سنت والجماعت افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام نہ معصوم عن الخطاء ہیں اور نہ ہی کوئی صحابی باغی تھا۔صحابۂ کرام کے آپسی اختلافات کے بارے میں ہم سکوت اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں صحابۂ کرام سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

اہل علم کی لغزشوں کے تئیں منصفانہ رویہ

جمیل احمد ضمیر سنابلی مدنی

علماء انبیاء کے وارث، دین کے محافظ، شریعت کے پاسبان اور امت کے رہنما ہیں۔قرآن وسنت میں ان کی جلالتِ شان اور رفعتِ مقام کے متعدد شواہد موجود ہیں۔

تاہم بایں ہمہ وہ انسان ہیں، لہٰذا بسا اوقات ان سے علمی یا عملی لغزشوں کا صدور ہوسکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"العَالِم قد يزِلّ ولا بد، إذ ليس بمعصوم"

"عالم سے غلطی ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ معصوم نہیں ہے" [أعلام الموقعين:۴۵۳/۳]

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما من شرط العالم أنه لا يخطىء"

"عالم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے غلطی ہی نہ ہو" [سير أعلام النبلاء:۳۳۹/۱۹]

البتہ ایک عالم کی لغزش کے اثرات ہمہ گیر ہوتے ہیں، کیونکہ لوگ اپنی دینی وعلمی رہنمائی کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے افعال وتصرفات اور آراء واجتہادات میں اس کی اقتدا وتقلید کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی غلطی کا دائرہ وسیع ہوجاتا ہے اور اس کے مفاسد بڑھ جاتے ہیں۔

چنانچہ مثل مشہور ہے:

"إذا زَلَّ عالِمٌ زَلَّ بزَلّتِه عَالَمٌ"

"یعنی ایک عالم کی لغزش بہت سارے لوگوں کی لغزش کا سبب ہوتی ہے" [مجمع الأمثال للميداني :۴۴/۱]

زین الدین مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"يترتب على زلته من المفاسد التى لا تحصى لاقتداء الخلق به"

"چونکہ لوگ عالم کی پیروی کرتے ہیں اس لیے اس کی غلطی کے نتیجے میں بے شمار مفاسد پیدا ہوجاتے ہیں" [فيض القدير:۱۸۷/۱]

اسی لیے عالم کی لغزش شرعاً سنگین سمجھی جاتی ہے اور اس کی چھوٹی غلطی بھی بڑی شمار کی جاتی ہے۔ دیکھیں:
[الموافقات للشاطبی: ٤/٨٨-٨٩]

نیز بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حق بات ظاہر ہونے کے بعد عالم اپنی غلطی سے رجوع کر لیتا ہے، لیکن اس کے بہت سارے پیروکاروں کو اس رجوع کا علم نہیں ہو پاتا ہے، لہٰذا وہ بدستور اس غلطی پر قائم رہتے ہیں، جس کا تدارک عالم کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ دیکھیں: [الموافقات: ٥/١٣٦]

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض شر پسند عناصر اہل علم کی لغزشوں کی تاک میں رہتے ہیں، چنانچہ جوں ہی کسی عالم سے کوئی غلطی ہوتی ہے فوراً اسے لے اڑتے ہیں اور اس کی تشہیر شروع کر دیتے ہیں۔

اسی لیے کہا جاتا ہے:

"**زَلَّةُ العَالِمِ يُضْرَبُ بِهاَ الطَّبْلُ**"[مجمع الأمثال للميداني: ١/٣٢٥]

یعنی عالم کی غلطی کا ڈھول پیٹا جاتا ہے اور چہار دانگ عالم میں اسے پھیلا دیا جاتا ہے۔

لہٰذا عملی طور پر ایک عالم کو اُن تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے کوسوں دور رہنا چاہیے جو معاشرے میں اس کے آئیڈل اور قدوہ ہونے کے منافی تصور کیے جاتے ہیں تا کہ اس کے کسی غلط رویے کو لوگ دلیل بنا کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اسی طرح علمی طور پر ان تصرفات سے اجتناب کرنا چاہیے جن کی بنا پر غلطی میں واقع ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، جیسے فتویٰ دینے میں تساہل اور عجلت کا مظاہرہ کرنا، مسئلہ کے تمام گوشوں پر کما حقہ غور وفکر کرنے سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنی رائے کا برملا اظہار کرنا، تحقیق طلب مسائل میں دلائل کا دراسہ کیے بغیر کوئی موقف اختیار کرنا، وغیرہ۔

لیکن اگر بتقاضائے بشریت کسی عالم سے غلطی ہو جائے تو اس غلطی کے تئیں ہمارا کیا موقف یا رویہ ہونا چاہیے؟ اس تعلق سے اہلِ علم نے متعدد امور کی نشاندہی فرمائی ہے جن میں سے چند باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ عالم کی غلطی واضح ہو جانے کے بعد اس غلطی میں اس کی پیروی نہ کی جائے اس لیے کہ وہ غلطی دراصل شریعت کے خلاف ہے لہٰذا اس کو اختیار کرنا جائز نہیں۔

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"**زلّة العـالم لا يصح اعتمادها من جهة، ولا الأخذ بها تقليدا له، وذلک لأنها موضوعة على الـمخـالفة للشرع، ولذلک عُدّت زَلّةً، وإلا فلو كانت مُعتدًّا بها، لم يُجعل لها هذه الرتبة، ولا**

نُسب إلى صاحبها الزللُ فيها"

"عالم کی لغزش کو معتبر قرار دینا صحیح نہیں اور نہ ہی اس کی تقلید کرتے ہوئے اس غلطی کو قبول کرنا درست ہے، کیونکہ اس کی بنیاد ہی شریعت کی مخالفت پر ہے، اسی لیے تو اس کو لغزش قرار دیا گیا ہے، ورنہ اگر وہ غلطی قابلِ اعتبار ہوتی تو پھر اسے غلطی کے درجے میں نہیں رکھا جاتا اور نا ہی غلطی کرنے والے کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے" [الموافقات :٥/ ١٣٦]

ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فإذا عَرَف أنها زَلَّة لم يجز له أن يتبعه فيها باتفاق المسلمين، فإنه اتباعٌ للخطأ على عمد"

"اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غلطی ہے تو اس کے لیے اس غلطی میں عالم کی پیروی کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، کیونکہ یہ جان بوجھ کر غلطی کی پیروی کرنا ہے" [أعلام الموقعين:٣/ ٤٥٤]

۲۔ نصح و خیر خواہی اور اصلاح کے جذبہ کے ساتھ عالم کو اس کی غلطی سے آگاہ کیا جائے اور اس لغزش کی وجہ سے خواہ مخواہ اسے طعن و تشنیع یا طنز و تعریض کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا ينبغي أن يُنسب صاحبها إلى التقصير، ولا أن يُشنَّع عليه بها، ولا يُنتقَص من أجلها، أو يُعتقد فيه الإقدامُ على المخالفة بَحْتًا، فإنّ هذا كله خلاف ما تقتضي رتبته في الدين"

"یہ مناسب نہیں کہ غلطی کرنے والے (عالم) کو غفلت و کوتاہی سے منسوب کیا جائے اور اس غلطی کی وجہ سے اس کی تنقیص اور کردار کشی کی جائے، یا اس کے متعلق یہ خیال رکھا جائے کہ وہ محض مخالفت کی غرض سے غلطی کا ارتکاب کرتا ہے، کیونکہ یہ ساری چیزیں اس کے دینی مقام و مرتبے کے تقاضے کے خلاف ہیں" [الموافقات:٥/ ١٣٦]

اور ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فلو كان كل من أخطأ أو غلط تُرك جملةً، وأُهدرت محاسنُه، لفسدت العلوم والصناعات"

"اگر ہر غلطی کرنے والے کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے اور اس کی اچھائیوں پر پانی پھیر دیا جائے تو تمام علوم و فنون برباد ہو جائیں" [مدارج السالكين:٢/ ٤٠]

۳۔ لوگوں کو اس غلطی سے آگاہ کیا جائے اور اس سے بچنے کی تلقین کی جائے تا کہ لوگ اس عالم کے علمی مقام

ومرتبہ سے متأثر ہوکر اس کی خلافِ حق بات کو صحیح اور مشروع نہ سمجھ بیٹھیں اور اس پر عمل کرنا شروع کردیں۔ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”من رأى متأولا أخطأ فی تأويل يضر من أخذ به أن يشهر القول للناس ويبين خطأه ليحذر من الاغترار به“

”یعنی اگر کوئی شخص کسی مسئلے میں ایسی غلط تاویل کرے جو لوگوں کے لیے نقصان کا سبب ہو تو اس کی غلطی کو اعلانیہ طور پر واضح کیا جائے تا کہ لوگ اس سے دھوکہ نہ کھا جائیں“[فتح الباری:١٣/١٦٧]

ابن رجب رحمہ اللہ مشہور حدیث **”الدين النصيحة......“** کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:”اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی کی ایک نوعیت یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت کے ذریعہ گمراہ کُن بدعتوں کی تردید کی جائے اور تمام بدعات کے خلاف کتاب وسنت کی دلالت واضح کی جائے۔اسی طرح کتاب وسنت کے دلائل کے ذریعہ ان کمزور اقوال کی بھی تردید کی جائے جو علماء کی لغزشوں کا نتیجہ ہیں اور یہ کام علماء کے لیے خاص ہے“[جامع العلوم والحکم:١/٢٢٣]

البتہ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ نقد ورد میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور زبان وقلم کا رشتہ ادب واحترام کے تقاضوں سے منقطع نہ ہونے پائے۔نیز اس تنقید کے پس پردہ دنیا طلبی، شہرت پسندی اور اظہارِ برتری جیسے مذموم مقاصد کارفرما نہ ہوں۔

ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ما زال العلماء قديما وحديثا يرد بعضهم على بعض فی البحث، وفی التواليف، وبمثل ذلک يتفقه العالم، وتتبرهن له المشكلات، ولكن فی زماننا قد يُعاقَب الفقيه إذا اعتنى بذلک لسوء نيته، ولطلبه للظهور والتكثر، فيقوم عليه قضاة وأضداد، نسأل اللّٰه حسن الخاتمة، وإخلاص العمل“

”ہر دور میں علماء بحث ومباحثہ اور اپنی کتابوں کے اندر باہم ایک دوسرے پر رد کرتے چلے آئے ہیں، اس سے عالم کو تفقہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے لیے مشکل مسائل واضح ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی فقیہ ہمارے زمانے میں بدنیتی، شہرت طلبی اور تفوق وبرتری کی خاطر ایسا کرتا ہے تو اسے اس کی سزا مل سکتی ہے، چنانچہ اس کے خلاف قضاۃ اور مخالفین کھڑے ہوسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں حسنِ خاتمہ اور اخلاص عطا فرمائے“[سیر أعلام النبلاء:١٢/٥٠٠]

غموں کی دھوپ کے آگے خوشی کے سائے ہیں

عتیق الرحمٰن سلفی

قارئین کرام! زندگی میں دکھ،غم اور پریشانیاں آتی ہی رہیں گی، ایک انسان کی سمجھداری اسی میں ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لے کہ انسانوں کی زندگی پریشانیوں اور مصیبتوں سے کبھی خالی نہیں ہوسکتی۔ انسان زندگی کے کسی بھی پوزیشن میں ہو لیکن غم، دکھ، تکلیف اور پریشانیاں اس کے ساتھ رہنے والی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ ''یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے'' [البلد:٤]

لہٰذا آپ اگر یہ حقیقت دل سے مان لیتے ہیں تو آپ کے لیے مصائب کا مقابلہ آسان ہوجاتا ہے۔

مسلسل غم میں رہنا بڑی تکلیف دہ چیز ہے، اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے غمگین زندگی گزاریں، اسی لیے اللہ نے رنج وغم سے بار بار منع فرمایا، صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے غم سے منع کیا: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾ ''تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو'' [آل عمران:١٣٩]

نبی کریم ﷺ نے غارِ ثور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے'' [التوبة:٤٠]

اللہ نے موسیٰ کی ماں کو غم نہ کرنے کی وحی فرمائی: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾

''ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں'' [القصص:٧]

فرشتے بھی استقامت اختیار کرنے والے اہل ایمان سے کہتے ہیں غم نہ کرو۔

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾

''ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو'' [فصلت:٣٠]

مریم علیہا السلام بن باپ کے بچے کی ولادت پر بے حد رنجیدہ تھیں لیکن اللہ نے ان کو بھی کہا غم نہ کرو۔

﴿فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

''اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو، (غم نہ کرو) تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کردیا ہے'' [مریم:٢٤]

بلکہ اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے فرحت ومسرت سے لبریز اور پرسکون زندگی گزاریں، ہمیشہ خوش وخرم اور مست رہیں، جبکہ شیطان اور شیطان نما انسان چاہتے اور کوشش کرتے ہیں کہ مومن غمگین رہے۔

﴿إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

''یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے'' [المجادلة:١٠]

غمگین اور رنجیدہ رہنے سے شیطان اور آپ کے دشمن خوش ہوتے ہیں اور آپ سے محبت کرنے والے تکلیف محسوس کرتے ہیں، یہ غم بڑی بری چیز ہے اسی لیے اللہ کے نبی ﷺ رنج وغم سے پناہ طلب کرتے تھے، اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ، وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ"

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بخل، قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے'' [بخاری:٦٣٦٩]

کیونکہ ایک انسان کا غمگین رہنا، رنجیدہ اور پریشان رہنا یہ اس کے قوتِ عمل کو (کام کرنے کی صلاحیت کو) بہت زیادہ متأثر کرتا ہے، انسان کو مایوس کردیتا ہے، اور بسا اوقات انسان رنج وغم کی شدت سے خودکشی کرلیتا ہے، غم میں رہنے سے پریشانی کئی گنا بڑھ جاتی ہے، دنیا کا غم تو معمولی چیز ہے دین اور ایمان وہدایت کے انکار اور کفار کے مکر وفریب پر غمگین رہنا اللہ کو پسند نہیں ہے، بس اپنا کام کریں اور صبر کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں، اللہ نے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ﴾

''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر وفریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں'' [النحل:١٢٧]

اس لیے اگر آپ غمگین ہیں، رنجیدہ ہیں، تکلیف اور پریشانی میں ہیں تو میں آپ کو پانچ باتوں کی تلقین کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ کا غم ہلکا ہوسکتا ہے، آپ کا غم ختم ہوسکتا ہے۔

۱۔ پہلی بات یہ کہ آپ صبر کو لازم پکڑیں۔ اور صبر کہتے ہیں کہ جب بھی پریشانی آئے تو فوراً ابتدائی مراحل میں ہی

صبر کریں، نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو یہی بات بتلائی تھی:

"الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى" "صبر وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں ہو" [صحیح مسلم :۲۱۳۹]

جب بھی آپ کو تکلیف ہو، کسی بھی طرف سے دکھ و پریشانی ہو تو آپ صبر کریں۔

کیونکہ اللہ رب العالمین نے تمام اہلِ ایمان سے تکلیف میں صبر کرنے کی وجہ سے بہت بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ "صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو" [البقرة:۱۵۵]

ایک مقام پر اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"بیشک صبر کرنے والوں کو قیامت کے دن بغیر حساب اجر عطا فرمایا جائے گا" [الزمر:۱۰]

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: "مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ"

"مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے" [بخاری:۵٦٤٢]

تو آپ کبھی بھی دکھی ہوں تو صبر کو لازم پکڑیں اور صبر کرتے وقت ان اجر و ثواب کو اپنے ذہن میں رکھیں تا کہ آپ کے لیے صبر کرنا آسان ہو۔ صبر کی برکت سے آپ کے لیے ہدایت کی راہیں روشن ہو جائیں گی، مایوسی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے، دل میں امید کا سورج اگ جائے گا، کیونکہ نبی نے صبر کو روشنی کہا ہے "وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ" "اور صبر روشنی ہے" [سنن نسائی :۲٤۳۹، صحیح]

۲۔ دوسری بات آپ اللہ رب العالمین سے دعا کریں۔ جب بھی آپ غمگین ہوں، تکلیف میں ہوں، دکھ میں ہوں تو آپ اللہ رب العالمین سے دعا کریں تا کہ اللہ رب العالمین آپ کی تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کو دور کر دے۔ کیونکہ آپ کے دکھ کو اگر کوئی دور کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں" [یونس:۱۰۷]

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ آپ کے غم کو ہلکا بھی کرے گا اور اللہ عزوجل اپنے فضل و کرم سے آپ کے غم اور تکلیف کو دور بھی کر دے گا۔

لہٰذا آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ضرور بالضرور اپنے دکھ اور غم کو دور کرنے کے لیے دعا کریں۔ تمام انبیاء کرام نے

اپنی تکلیفوں کو دور کرنے کے لیے دعائیں کی ہیں۔اللہ کے نبی ﷺ نے بھی دعائیں کی، اہل ایمان نے دعائیں کی، حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے اللہ کو پکارا تو اللہ نے آپ کو ان تمام مصیبتوں سے نجات دی جس میں آپ گھرے ہوئے تھے اور تمام اہل ایمان سے اس کا وعدہ بھی فرمایا ہے:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾

''تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں'' [الأنبياء:۸۸]

نبی کریم ﷺ سے ایک جامع دعا منقول ہے جسے آپ رنج وغم کے وقت پڑھا کرتے تھے:

''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ''[صحيح بخاری:۷۴۳۱]

''کوئی معبود اللہ کے سوانہیں جو عظیم ہے اور بردبار ہے، کوئی معبود اللہ کے سوانہیں جو عرش عظیم کا رب ہے، کوئی معبود اللہ کے سوانہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے''

تو دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ جب بھی غم میں ہوں آپ اللہ رب العالمین سے ضرور دعا کریں، کیونکہ غمگین دل جب دعا کرتا ہے تو اس دعا میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ اللہ رب العالمین اس کو قبول فرماتا ہے۔اور غم سے نجات دے دیتا ہے۔

۳۔تیسری بات آپ اس غم کو دور کرنے کے جو اسباب ہیں انہیں اختیار کریں۔ کیونکہ بہت سارے مسائل اور بہت ساری مشکلات اور غم خود آپ کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے آتے ہیں، اور جب آپ محروم ہوجاتے ہیں تو رنجیدہ ہوجاتے ہیں تو اب آپ دھیان دے کر کے ان اسباب کو دور کیجیے جن کی وجہ سے آپ کو دکھ پہنچا۔مثال کے طور پر آپ کو کسی نے دھوکا دے دیا، آپ کا پیسہ اس نے دھوکے سے لے لیا، تو اب آپ کو متنبہ رہنا ہے کہ اب آپ دوبارہ دھوکا نہ کھائیں۔اسی طرح سے اگر آپ کی کاہلی کی وجہ سے آپ کو دنیا کے ضروری اسباب میسر نہیں ہیں تو آپ بھرپور محنت کیجیے پوری طاقت کے ساتھ آپ کوشش کیجیے اور اللہ رب العالمین سے امید رکھیے، اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو آپ کی محنت کا اجر اور بدلہ عطا فرمائے گا۔اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ'' ''کہ تم اپنی پوری طاقت سے محنت کروان چیزوں کو پانے کے لیے جو تمہارے لیے نفع بخش ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور لاچاری و بے بسی کا اظہار نہ کرو''[مسلم:۶۷۷۴]

گویا تیسرا حل اور مشورہ یہ ہے کہ آپ پوری طرح سے محنت کریں، اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور اس کے بعد اللہ رب العالمین سے امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا غم اور غم کے اسباب کو دور کرے۔

اس طرح ان شاء اللہ اگر آپ غمگین اور رنجیدہ ہیں پریشان ہیں تو اللہ رب العالمین آپ کی تکلیفوں کو دور کرے گا۔
آپ صبر کیجیے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے رہیے اور اسی کے ساتھ آپ اسباب کو بھی اختیار کیجیے۔

۴۔ **تقدیر پر راضی رہیں:** یقین کریں کہ یہ ساری پریشانی اللہ کی طرف سے ہے اور آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ نے سب کچھ لکھ دیا تھا اور یہ ہونا ہی تھا، اگر مگر کے لایعنی باتوں سے اپنے آپ کو پریشان مت کریں بلکہ تقدیر پر ایمان رکھیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ''

''اور تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہہ اگر میں ایسا کرتا تو یہ مصیبت کیوں آتی لیکن یوں کہہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا۔ اگر مگر کرنا شیطان کے لیے راہ کھولنا ہے'' [صحيح مسلم: ٦٧٧٤]

۵۔ **تسبیح وتحمید، نماز وعبادت کا اہتمام کریں:** جب ہم غمگین ہوتے ہیں تو سب سے پہلے نماز چھوڑ دیتے ہیں، جب کہ ذکر وعبادت غم کا سب سے اچھا علاج ہے۔ کفار ومشرکین کی باتوں سے نبی کریم ﷺ بے حد تکلیف محسوس کرتے تھے، غمگین ہوجاتے تھے، آپ کا سینہ مبارک تنگ ہوجاتا تھا، اللہ نے آپ کے رنج وغم کا یہ علاج بتایا ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ، وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

''آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہوجائیں، اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے'' [الحجر: ٩٨-٩٩]

پہلا تسبیح وتحمید، دوسرا کثرت سے صلاۃ کی ادائیگی اور تیسرا استقامت کے ساتھ رب کی عبادت یہ تینوں غم کو دور کرنے کا وہ علاج ہے جو اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو سکھایا ہے۔ لہٰذا جب بھی غمگین ہوں تو زیادہ سے زیادہ اس کا اہتمام کریں۔

یہ سب ذکر اللہ میں داخل ہے اور اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

''جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے'' [الرعد: ٢٨]

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ سبھی لوگ جو دکھی ہیں، غمگین ہیں، رنجیدہ ہیں، پریشان حال ہیں سب کے غم، دکھ اور پریشانی کو دور فرمائے اور ہم سب کو ایک خوش حال زندگی عطا فرمائے۔ آمین تقبل یا ربّ العالمین

امہات المومنین کے چند امتیازی فضائل و مناقب

ابوالبیان رفعت سلفی

امہات المومنین کی زندگی خواتین اسلام کے لئے اسوہ اورنمونہ ہے اس لئے بالخصوص مسلم خواتین کوامہات المومنین کامقام ان کےفضائل اوران کی سیرت سے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہے،مگراس کے باوجوددور حاضر کی اکثر مسلم خواتین امہات المومنین کی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہیں اس کے برخلاف سیریلس اورفلموں کے اداکاروں اوراداکاراؤں کی زندگی کے بارے میں بہت تفصیلی علم رکھتی ہیں،اس لئے میں نے اپنے اس مضمون میں امہات المومنین کے چنداہم فضائل ومناقب کوجمع کردیا ہے،تاکہ مسلم خواتین کے دلوں میں امہات المومنین کامقام و مرتبہ اوران کی عظمت پیدا کی جاسکے۔

ا۔امہات المومنین کی پہلی امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے دنیا کی تمام عورتوں سے ان کا انتخاب بحیثیت بیوی کے اپنے سب سے محبوب،معظم،محترم اوراپنے جملہ برگزیدہ پیغمبروں کے امام کے لیےفرمایا،اوران کی اس نسبت ذی شان کا تذکرہ اپنی سب سے ذی شان آسمانی کتاب قرآن مجید میں ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾

”اے نبی!ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کردی ہیں،جنہیں آپ نے ان کامہر دے دیا ہے“[سورۃ الاحزاب:۵۰]

ایک دوسرے مقام پرارشادربانی ہے:﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾

”اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو!“[سورۃ الاحزاب:۲۸]

ایک تیسرے مقام پرتو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ ان خوش نصیب خواتین کوواضح الفاظ میں پیغمبر کی بیویاں کہہ کرمخاطب فرمایا ہے:﴿يَانِسَاءَ النَّبِيِّ﴾ ”اے پیغمبر کی بیویو!“[سورۃ الاحزاب:۳۰]

۲. امہات المومنین کی دوسری امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے انہیں ان کے مقام ومرتبہ کے حساب سے کائنات کی سب سے زیادہ مسئولیت وذمہ داری والی خواتین قراردیا ہے،اورانہوں نے اپنے اس مثالی مقام ومرتبہ کواچھی طرح سمجھا بھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کوحکم ہوا کہ اپنی ازواج کو اختیاردیں توآپ میرے پاس تشریف لائے اورفرمایا کہ میں تم سے ایک معاملہ کے متعلق کہنے آیا ہوں،ضروری نہیں

کہ تم جلدی کرو، اپنے والدین سے بھی مشورہ لے سکتی ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو تو معلوم ہی تھا کہ میرے والدین آپ سے جدائی کا کبھی مشورہ نہیں دے سکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے وہ آیت جس میں یہ حکم تھا پڑھی کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا سے، أَجْرًا عَظِيمًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں، کچھ دے دلا دوں، اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو (یقین مانو) کہ تمہیں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر تیار کر رکھا ہے''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا لیکن اپنے والدین سے مشورہ کی کس بات کے لئے ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور عالم آخرت کو چاہتی ہوں۔ بیان کیا کہ پھر دوسری ازواج مطہرات نے بھی وہی کہا جو میں کہہ چکی تھی۔ [صحيح بخاري :٤٧٨٦]

۳۔امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تیسری امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ رب کائنات نے جس طرح انہیں کائنات کی تمام عورتوں میں سے اپنے سب سے مکرم ومحترم اور سب سے افضل واشرف رسول کی زوجیت کے لئے چنا اسی طرح رب کائنات نے دنیا کی دیگر عورتوں کی بہ نسبت ان پر عظیم سے عظیم ترین ذمہ داریاں بھی ڈالی ہیں، پس جس طرح ان نیکیوں کا اجر دنیا کی دیگر عورتوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے بالکل اسی طرح گناہ وغلطی سرزد ہونے کی صورت میں ان کے گناہوں کی سزا بھی دنیا کی دیگر عورتوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ يَـانِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا. وَمَنْ يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾

''اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اسے دوہرا دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل (سی) بات ہے۔ اور تمہیں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی، اور نیک کام کرے گی، ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے'' [سورة الاحزاب :٣٠-٣١]

مفسرین کرام نے رزق کریم سے جنت مراد لیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جس طرح دنیا میں آپ کی بیویاں ہیں بالکل اسی طرح جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ [تفسير السعدى: ج:١،ص :٦٦٣]

۴۔امہات المومنین کی چوتھی امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ جب امہات المومنین (ازواج مطہرات) نے دنیا کے

جاہ وحشم کو ترک کر کے رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ازواج مطہرات کے سوا کسی اور عورت سے نکاح کرنے یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے اس کی جگہ کسی دوسری حسین وجمیل عورت سے نکاح کرنے سے بھی منع فرمادیا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿لا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِینُکَ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَقِیبًا﴾

''اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ (درست ہے) کہ ان کے بدلے اور عورتوں سے (نکاح) کرے۔ اگر چہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (پورا) نگہبان ہے'' [سورۃ الاحزاب :۵۲]

عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق آیت تخییر ایلا کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔

۵۔امہات المومنین کی پانچویں امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان کے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد انہیں دنیا کے تمام مردوں کے لئے حرام قرار دے دیا اس طور پر کہ کوئی دوسرا شخص رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان سے نکاح نہیں کرسکتا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا کَانَ لَکُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْکِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیمًا﴾

''نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ (یادرکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے'' [سورۃ الاحزاب : ۵۳]

محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ آیت مبارکہ کے شان نزول سے متعلق رقمطراز ہیں کہ: بسا اوقات کوئی شخص یہ کہتا کہ اگر آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں آپ کی فلاں بیوی سے نکاح کرلوں گا تو اس بات سے رسول اللہ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی اس موقع پر اللہ رب العالمین نے یہ آیت:

﴿وَمَا کَانَ لَکُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْکِحُوا أَزْوَاجَه ......﴾ (الآیة) نازل فرمائی۔[تفسیر الطبری : ج۱۹ ص:۱۷۰]

۶ . امہات المومنین کی چھٹی امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے انہیں دنیا کی تمام خواتین سے افضل واشرف قرار دیا اور واضح الفاظ میں انہیں یہ خطاب بھی عطا فرمادیا کہ اے پیغمبر کی بیویو! مقام ومرتبہ کے اعتبار سے تم دنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بلکہ تمہارا مقام ومرتبہ دنیا کی تمام عورتوں سے بلند سے بلند تر ہے۔ اللہ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔[سورة الاحزاب : ٣٢]

اہل السنہ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں پوری امت کی ماں ہیں اور ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کو اپنی ماں سمجھے، اور انہیں ہر طرح کی برائی سے پاک سمجھے ان میں سب سے افضل ترین حضرت خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہما ہیں جن کی برات کا اعلان اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کو ان چیزوں سے بری نہیں سمجھتا جن سے اللہ نے انہیں بری قرار دیا ہے تو اس نے اللہ رب العالمین کا انکار کیا ہے۔[التعليقات على متن لمعة الاعتقاد: ج:١، ص:١٧٨]

۷۔ امہات المومنین کی ساتویں فضیلت: یہ ہے کہ وحی الٰہی انہی کے گھروں میں نازل ہوتی تھی، اور انہی کے گھروں سے قرآنی آیات اور شعاع نبوت ورسالت کی کرنیں پوری کائنات میں پھیلیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی اس عظمت شان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو، بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' [سورة الاحزاب : ٣٤]

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ آیت کریمہ ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں کیا جہاں اللہ کی آیات اور حکمت پڑھی جاتی ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کی حمد پڑھنی چاہیے۔[تفسير الطبرى : ج: ٢٠، ص:٢٦٧]

۸۔ امہات المومنین کی آٹھویں فضیلت: یہ ہے کہ ازواج مطہرات بھی رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں جن کی پاکیزگی اور طہارت کا اعلان اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

''اوراپنے گھروں میں قرار سے رہواور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرواور نماز ادا کرتی رہواور زکوۃ دیتی رہواور اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہرقسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے''[سورۃ الاحزاب : ۳۳]

قتادہ رحمہ اللہ ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا'' سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ سب اہل بیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہرطرح کی برائیوں سے پاک قرار دیا ہے، اورانہیں اپنی خصوصی رحمتیں عطا فرمائی ہیں۔ [تفسیر الطبری:ج:۱۹،ص:۱۰۱]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ اس بات پرنص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں داخل ہیں۔اس لیے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔[تفسیر ابن کثیر عربی:ج:٦،ص:٣٦٤]

ابن ابی حاتم میں عکرمہ رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے، یہ آیت نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[تفسیر ابن کثیر عربی: ج:٦،ص:٣٦٥]

۹۔امہات المومنین کی نویں امتیازی فضیلت: یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی نسبت آباء واجداد اور خاندان و وطن تمام نسبتوں سے عظیم، افضل واشرف اور مضبوط نسبت ہے۔یہی وجہ ہے کہ جملہ امہات المومنین نے اپنی اس عظیم نسبت کو سمجھ کر اسے پوری زندگی نبھانے کی پوری پوری کوشش کی مشکل سے مشکل حالات میں بھی رسول اللہ ﷺ کو لازم پکڑ کر رکھا۔ چند امہات المومنین کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت کی مثال: پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی رہیں، مشکل اوقات میں آپ ﷺ کو دلاسا وتسلی دیتی رہیں، جب بھی آپ کو دعوتِ اسلام کی راہ میں کوئی زخم لگا انتہائی محبت وشفقت سے آپ ﷺ کی مرہم پٹی کرتی رہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا، اور مرنے کے بعد بھی ان کی خوبیوں اوران کے احسانات وکمالات کا تذکرہ کرتے تھے اور جب کبھی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت میں ازواج مطہرات سے فرماتے ، گوشت کی تقسیم کی ابتداء خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں سے کرو۔[صحیح مسلم :٢٤٣٥]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مثال: رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کیا کرتی تھیں، اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کبھی رسول اکرم ﷺ سے کسی وجہ

ناراض بھی ہو جاتیں تو کبھی کسی بھی ناراضگی کے موقع پر آپ سے بات چیت کرنا بھی بند نہیں کرتیں، بلکہ صرف قسم کھاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے نام کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیتی تھیں۔[صحیح بخاری :٥٢٢٨، صحیح مسلم :٢٤٣٩]

ام المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کی محبت کی مثال: جب ان کے باپ قتل کر دیئے گئے، اور ان کے شوہر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کر لیے گیے تو ایسے موقع پر سب کو چھوڑ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اختیار کر لیا، جواباً محمد ﷺ نے ان کی عزت افزائی فرمائی اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ، فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ، وَالْخَمِيسُ، قَالَ: وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ قَالَ: أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَتَبَسَّمَ."

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی نے، بیان کیا ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھا دی، پھر سوار ہوئے (پھر آپ ﷺ خیبر پہنچ گئے اور وہاں کے یہودیوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی) اور فرمایا اللہ اکبر خیبر پر بربادی آ گئی۔ ہم تو جب کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو گی۔ اس وقت خیبر کے یہودی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے کہ محمد ﷺ لشکر سمیت آ گئے۔ راوی نے کہا کہ (روایت میں) لفظ "خمیس" لشکر کے معنی میں ہے۔ آخر رسول اللہ ﷺ کو فتح ہوئی۔ لڑنے والے جوان قتل کر دیئے گئے، عورتیں اور بچے قید ہوئے۔ اتفاق سے صفیہ، دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ملیں اور آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا: ابو محمد! کیا تم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تھا کہ صفیہ کا مہر آپ ﷺ نے مقرر کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دے دیا تھا۔ کہا کہ ابو محمد اس پر مسکرا دیئے۔[صحیح بخاری :٩٤٧]

آخر میں دعا گو ہوں کہ رب العالمین ہم تمام مسلمانوں کو امہات المومنین کی سیرت پڑھنے، سمجھنے، عمل کرنے، اور اس کے مطابق اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اسلام اور تعلیمِ نسواں

ابوالطیب محمد محبّ اللہ محمدی

دین اسلام نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا، اس کی اہمیت وفضیلت کو واضح کیا، حصول علم کو ایک مہتم بالشان عمل قرار دیا ،علماء کو(چاہے مرد ہوں یا عورت) تشریف وتکریم کی نظر سے دیکھا اور اس میں مرد وعورت کی تفریق وتخصیص نہیں کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

''اللہ ان لوگوں کو درجات میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے''[المجادلة:۱۱]

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''[العلق:۱]

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾

''اور کہو کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''[طٰہٰ:۱۱۴]

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

''اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''[آل عمران:۱۸]

محترم قارئین! اسلام صرف مردوں ہی کے لیے نہیں اترا، جنسِ لطیف بھی اس میں برابر کی حصہ دار ہے، اسلام نے جس طرح ہر میدان میں عورتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے اور انہیں احترام کی نظر سے دیکھا ہے، اسی طرح تعلیم کے میدان میں بھی ان پر غیر معمولی توجہ دی ہے، معاشرہ میں عورت کے کردار کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام نے اس کی تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیا ہے، مشہور حدیث ''طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم '' کا حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے، اس پر علماء کا اجماع ہے، خاص طور پر عورتوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:"ثَلاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ، آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَالعَبْدُ المَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ"

حضرت ابو بردۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا: ایک تو اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا، دوسرے وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی، اور تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو وہ اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا'' [صحيح البخاری:۹۷]

۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أَوْ قَالَ عَطَاءٌ: أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ:"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -خَرَجَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعْ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ المَرْأَةُ تُلْقِي القُرْطَ وَالخَاتَمَ، وَبِلاَلٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ"

سلیمان بن حرب شعبہ روایت کرتے ہیں کہ ایوب نے کہا میں نے عطاء سے سنا ہے، عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں، یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ پر گواہی دیتا ہوں (راوی کو شک ہے): ''کہ آنحضرت ﷺ (مردوں کی صف سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ عورتوں تک میری آواز نہیں پہنچی، پھر آپ ﷺ نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان کو خیرات کرنے کا حکم دیا، چنانچہ کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی، کوئی انگوٹھی، اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کے کونے میں (یہ خیرات) لینا شروع کر دیا'' [صحيح البخاری:۹۸]

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ: مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلاَثَةً مِنْ وَلَدِهَا، إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَتَيْنِ؟ فَقَالَ: وَاثْنَتَيْنِ"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''مرد آپ کے پاس

آنے میں ہم پر غالب ہوئے تو آپ اپنی طرف سے(خاص) ہمارے لیے ایک دن مقرر کردیجیے، آپ نے ان سے ایک دن ملنے کا وعدہ فرمایا، اس دن ان کو نصیحت کی اور شریعت کے احکام بتلائے، ان باتوں میں جو آپ نے فرمایا یہ بات بھی تھی کہ تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے تو وہ(آخرت میں)اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے، ایک عورت نے عرض کیا: اگر دو بھیجے تو، آپ نے فرمایا: اور دو بھی'' [صحيح البخاري:١٠١]

قرآن کریم نے اپنے احکام وارشادات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی خطاب کیا ہے، نبیﷺ نے خواتین کے مطالبے پر ان کی تعلیم کے لیے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا تھا، جمعہ اور جماعت میں شرکت کی انہیں اجازت دی (مسجدوں میں خواتین کے جانے سے روکنے والوں کو منع فرمایا) عیدالفطر وعیدالاضحیٰ میں ان کی حاضری کو ضروری قرار دیا، ان نصوصِ شرعیہ کے اندازِ بیان اور احکام سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام عورتوں کو کسی بھی موقع پر نظر انداز نہیں کرتا ہے بلکہ ہر موقعہ پر ان کی بہتری کے لیے ضروری احکام صادر کرتا ہے، قرآن نے نبیﷺ کا منصب یہ بھی بتایا ہے کہ آپ اَن پڑھ لوگوں کو قرآن سنانے اور انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث فرمائے گئے، ظاہر ہے کہ رسول اللہﷺ کی اس تعلیم کا دائرہ صرف مردوں تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں عورتیں بھی شامل تھیں، نیز نبیﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے متعدد عورتوں سے عقد جائز قرار دیا تھا، علماء اسلام نے اس تعدد کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ امہات المومنین کے ذریعہ مسلم عورتوں کو دینی احکام کی تعلیم کا موقع فراہم ہوا، اور ازواج النبیﷺ سے امت کی عورتوں نے بھی خوب خوب استفادہ کیا، (دیکھیے تفصیل کے لیے: خاتونِ اسلام: صفحہ نمبر:۵۷)

محترم قارئین! اسلام ہی واحد دین ہے جس نے عورتوں کو اس کے تمام حقوق دیئے، ورنہ اس دکھیاری کے ساتھ جو ناروا سلوک کیے جاتے تھے اس کے ذکر سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، اسلام نے انہیں ان کے سارے حقوق میں سے ایک عظیم حق تعلیم وتربیت کا دیا ہے، اس کو لکھنے پڑھنے اور تعلیم وتربیت دینے پر ابھارا ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے، چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے:

''وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ''

''جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے، اس نے اس کی تعلیم وتربیت تہذیب واصلاح اخلاق میں ایک خاص کوشش کی پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، تو اللہ تعالیٰ اسے دہرا اجر دے گا'' [صحيح البخاري:٩٧]

بہر کیف عورتوں کی تعلیم ایک ضروری ولابدی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر آپ نصوص شرعیہ کا استقراء واستقصاء

کریں گے، سیر وتاریخ کا بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کے لیے واضح ہوجائے گا کہ قرونِ اولیٰ میں تعلیم وتربیت کا کیا زور وشور تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ:

"نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ"

"انصار کی عورتیں بھی بہت خوب تھیں دین کی، تفقہ حاصل کرنے میں شرم وحیا ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی تھی"

[صحيح البخارى: بَابُ الحَيَاءِ فِي العِلْمِ]

کیا آج بھی عورتوں کی تعلیم اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے اشکالات کریں اور علماء امت سے جوابات لیں، اگر نہیں ہوتی تو کیوں محمد ﷺ کی سنت سے اعراض کیا جارہا ہے، اگر سچ پوچھو تو مسلمانوں کی پستی کا قوی تر سبب عورتوں کی جہالت ہے، سلف ایسی عورتوں کی گود میں پرورش پاتے تھے جو حقیقت میں علوم وفنون کا دودھ پلاتی تھیں، تمسک بالقرآن والسنہ کی روح پھونکتی تھیں، عصر نبوت سے لے کر کئی صدیوں تک اس کا رواج رہا کہ عورتیں مستقل درس دیتی تھیں لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے پر فخر کرتے تھے، امام ابوداؤد سجستانی جن کی سنن کتب ستہ میں داخل ہے فن حدیث میں ایک عورت کے بھی خوشہ چیں تھے، علامہ سیوطی کی سرفہرست اساتذہ میں بہت سی صاحبِ کمال عورتیں نظر آتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، بعض عورتوں نے خطبات ولکچر میں اتنی مہارت حاصل کرلی تھی کہ ان کو خاص لقب دیئے جاتے تھے، اسماء بنت سکن کو عام طور سے "خطیبۂ انصار" کا خطاب ملا تھا، نسیبہ بنت کعب سے صحابہ اور علماء تابعین غسل میت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، کریمہ المروزیہ علم حدیث کی اتنی ماہر خاتون تھیں کہ ان کے شاگردوں میں خطیب بغدادی اور حمیدی جیسے لوگ شامل ہیں، اسی طرح فن شاعری، طب وجراحت، اور تجارت میں بھی خواتین کو عبور حاصل تھا۔

معزز قارئین! معاشرے کی تعمیر وتخریب میں عورتوں کا کلیدی رول ہوتا ہے، خواتین معاشرے کا نصف حصہ ہیں اور باقی نصف حصے کی پیدائش وپرورش کی ذمہ دار بھی، اگر عورت تعلیم یافتہ ہو، اسلامی احکامات کا اسے علم ہو، توحید کو جانتی ہو شرک کی قباحت کو اور اس کے چور دروازے کو سمجھتی ہو تو پورا معاشرہ اسلامی ہوگا، اسی طرح اگر خواتین، اسلام کے صحیح عقائد واعمال سے آراستہ ہوں تو وہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں سماج کی تعمیر وترقی اور فلاح وبہبود کے پروگرام میں اہم رول ادا کریں گی، اس دعویٰ کی تصدیق میں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

مشہور صحابیِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رمیصاء رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، ان کے شوہر کفر پر ہی تھے، ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو توحید اور اسلام سکھانے لگیں، باپ نے کہا بچے کو خراب نہ کرو، جواب دیا میں اس کی اصلاح کر رہی ہوں، بالآخر ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ بعد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم ایسے آدمی ہو جس کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جاتا، لیکن تم کافر آدمی ہو اور میرے لیے مشرک سے نکاح کرنا جائز نہیں، اور تم غور نہیں کرتے کہ تم ایک پتھر کو پوجتے ہو جو نہ نفع پہنچاتا ہے اور نہ نقصان، یا پھر لکڑی کو جسے بڑھئی تراشتا خراشتا ہے، اگر تم اس میں آگ لگاؤ تو وہ جل جائے گا، کیا وہ تمہیں نقصان یا نفع پہنچا سکتا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم اگر ایمان لے آؤ تو یہی میرا مہر ہوگا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ لوٹے تو ام سلیم کی بات دل میں گھر کر گئی تھی، چنانچہ دوبارہ آئے اور اسلام قبول کرلیا، یہی ان کا مہر تھا، ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بہتر کسی عورت کا مہر نہیں سنا، (یہ روایت نسائی، مسند احمد، طبقات ابن سعد وغیرہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔(دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۲/، بتحقیق شعیب الأرنؤوط)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مومنہ نے کس طرح دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیا، اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے معقول رشتے کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک وہ کافر و بت پجاری تھے، اس لیے کہ مومنہ کے لیے کافر سے ازدواجی تعلق استوار کرنا حرام ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ خواتین اسلام کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے، انہیں لکھنا پڑھنا سکھایا جائے، تعلیمی مجال میں ان پر خطیر رقم خرچ کیے جائیں، اور ان کی تعلیم و تربیت تشذیب و تہذیب کے لیے علیحدہ انتظام کیا جائے، کیونکہ ماں کی گود ایک یونیورسٹی ہے، اسی یونیورسٹی سے قوم و معاشرہ کے عروج و زوال کا فیصلہ ہوتا ہے، جب تک ہماری سوسائٹی و سماج کی مائیں تعلیم سے بے بہرہ ہوں گی، تب تک ان کی گود میں پلنے والی نسل کا مستقبل سیاہ رہے گا، نپولین بوناپارٹ نے کہا تھا ''تم مجھے ایک تعلیم یافتہ ماں دو میں تمہیں ایک تعلیم یافتہ قوم دوں گا''۔

مختصر یہ کہ عورت انسانی وجود اور اسے سنوارنے میں اہم فریضہ انجام دیتی ہے، پڑھی لکھی عورت ہی کے پلکوں کے تلے اچھی زندگی کے خاکے نظر آتے ہیں، جس طرح آنکھیں روح کی کھڑکیاں ہوتی ہیں، اسی طرح پڑھی لکھی عورت کی زندگی کھلی ہوئی کامیاب شاہراہ ہوتی ہے، وہ ایسی شاخِ گل ہوتی ہے جو نکیلے کانٹوں کو بھی پھولوں کی خوبصورتی سے آراستہ کرتی ہے۔

(قسط اول)

نامور محققین ہند کی عربی واسلامی سرمائے کے تئیں خدمات

فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ
ترجمہ: آفاق احمد شبیر احمد سنابلی

ہندوستان میں عربی ذخائر کی نشر واشاعت کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں ہوا، یعنی جب کلکتہ میں کمپوز کیے ہوئے حروف پر کتابوں کی طباعت کے لیے پرنٹنگ پریس قائم کیے گئے۔ یہاں سے پہلے پہل شائع ہونے والی کتابوں میں:

[السراجية فی الفرائض للسجاوندی:۱۷۹۳م، الهداية للمرغينانی:۱۸۰۷م، الفصول الإبقراطية:۱۸۳۲م، ألف ليلة وليلة:۱۸۳۹ـ۱۸۴۲م، فهرسة الطوسی: ۱۸۵۳م، تاريخ الخلفاء للسيوطی:۱۸۵۶م]

الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر۔(م ۱۸۵۶ھ) وغیرہ جیسی مختلف فنون میں بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھنے والی کتابیں شائع کی گئیں۔ ان کتابوں کی تصحیح وتحقیق کا فریضہ انجام دینے والے جلیل القدر علماء تھے جن میں مولانا کبیر الدین احمد، مولانا سلیمان غلام مخدوم، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالحق، غلام قادر، محمد وجیہ عبدالحق وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد ہندوستان کے دیگر شہروں میں بھی متعدد پرنٹنگ پریس قائم کیے گئے جہاں سے کتابیں لیتھو پر شائع ہوتی تھیں۔ جیسے لکھنؤ میں مطبع نول کشور، بھوپال میں مطبع صدیقی اور مطبع شاہجہانی، دہلی میں مطبع فاروقی اور مطبع احمدی، کانپور میں مطبع نظامی، آرہ میں مطبع خلیلی، امرتسر میں مطبع دارالکتب والسنۃ، ممبئی میں مطبع نخبۃ الاخبار وغیرہ۔

اگر ان مطابع سے شائع ہونے والی اہم کتابوں کا ذکر کیا جائے تو مضمون طویل ہوجائے گا، بہرحال ان میں سے ہر مطبع کا لغت، ادب، تاریخ، طب، فلسفہ، اسلامی کتب اور شرعی علوم وغیرہ کی کتابیں شائع کرنے میں نمایاں کردار رہا ہے۔ ان کتابوں کی تصحیح اور مراجعہ کبار علماء کرتے تھے۔ ایسی تعلیقات چڑھاتے تھے جن سے کتاب کے رازہائے سربستہ نمایاں ہوجاتے اوران میں موجود پیچیدگیاں ختم ہوجاتیں اور معانی ومطالب واضح ہوجاتے۔

چنانچہ حیدرآباد میں ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' (جو بعد میں دائرۃ المعارف العثمانیہ کے نام سے معروف ہوا) نے (۱۳۰۸ھ) میں اپنے قیام کے ابتدائی دور سے ہی مختلف فنون کے اہم مآخذ کے انتخاب اوران کے جملہ قلمی نسخوں (مخطوطات) کو اکٹھا کرنے اوران کی فوٹو کاپی جمع کرنے کا اہتمام کیا، اس کے بعد ایک علمی ٹیم کے ذریعہ ان کتابوں کی تحقیق اور نشر واشاعت کا بیڑا اٹھایا جس کے صدر ''تذکرۃ النوادر'' کے مؤلف محمد ہاشم ندوی رحمہ اللہ ہوا

کرتے تھے۔مولانا ہاشم ندوی رحمہ اللہ نے کتابوں کی اشاعت کے لیے پروگرام مرتب کیا اور ہند اور بیرون ہند سے علماء اور اسکالر کو اکٹھا کیا نیز عربی ذخائر سے دلچسپی رکھنے والے مستشرقین سے بھی رابطہ کیا۔

دائرۃ المعارف مشرق میں وہ پہلا علمی مرکز ہے جس نے عربی ذخائر میں سے ایسی چیدہ اور عمدہ کتابوں کی نشر واشاعت کا کام کیا جن سے دنیا کا کوئی عربی مکتبہ خالی نہیں۔وہاں سے شائع شدہ کتابیں مشرق ومغرب میں اعتماد اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔اسلامی اور عربی علوم میں ریسرچ وتحقیق کرنے والا کوئی اسکالر اور محقق ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے۔اس کی شہرت تفصیل کی محتاج نہیں ہے۔

آیئے اب اس میدان میں چند انفرادی کاوشوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

ہندوستان کے کئی معروف ومشہور علماء ومحققین ہیں جنہوں نے عربی ذخائر کی تحقیق وتدوین کو اپنا مشغلہ بنایا اور اپنی پوری زندگی ان ذخائر کی نشرواشاعت میں وقف کردی۔ان پر اس کی محبت وخدمت اس طرح غالب رہی کہ انہوں نے اس راستہ میں قیمتی سے قیمتی چیز خرچ کردی۔ایسے علماء کی تعداد ان کے علمی آثار وتحقیقات کے تتبع کے بعد پچاس سے زائد پہنچتی ہے۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے مستشرقین اور عرب کے منہج سے متاثر ہوئے بغیر اپنا مستقل ایک منہج بنایا۔اور ان میں سے بعض نے مستشرقین کے منہج کو اپنایا البتہ اس میں انہوں نے بعض امور کا اضافہ بھی کیا۔ اور ان میں بعض عربی جامعات سے فارغ التحصیل تھے لہٰذا انہوں نے وہاں پر رائج منہج کو اپنایا۔

ان علماء کو علوم وفنون کے اعتبار سے چند گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ان میں سے کچھ لوگوں نے مشرقی علوم حدیث،تفسیر اور فقہ پر توجہ دی اور ان میں سے کچھ لوگوں نے لغت،ادب اور شعر پر توجہ دی،اور کچھ نے تاریخ،فلسفہ، طب وغیرہ کی کتابوں کی تحقیق کی۔

البتہ اس مختصر مضمون میں میدانِ تحقیق سے جُڑے ان تمام لوگوں کی خدمات پر روشنی ڈالنا ناممکن ہے۔لہٰذا یہاں ہم صرف ان نامور اور بلند پایہ محققین کے تذکرے پر اکتفا کریں گے جن کی شہرت پوری دنیا میں ہے،اس لئے کہ انہوں نے اسلامی عربی علمی ورثہ کی تحقیق میں اپنے عظیم کارہائے نمایاں سے عربی مکتبات کو مالا مال کردیا اور پہلی بار بنیادی مآخذ کی خدمت کرکے انہیں منصۂ شہود پر لے کر آئے۔

ان میں سے میں نے صرف دس علماء کا انتخاب کیا ہے،جن میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے حدیث اور علومِ حدیث کی کتابوں کی تحقیق کی،اور بعض لوگوں نے لغت،ادب،اور شعر کی کتابوں کی خدمت کی،اور کچھ لوگوں نے کتبِ تاریخ اور انساب وغیرہ کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔

میں ان حضرات کی بعض تحقیقات اور شائع شدہ کتابوں کی انتہائی اہم اور نمایاں خصوصیات ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا جوان میں سے ہر ایک کے مابہ الامتیاز پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہوں گے۔ان شاءاللہ۔

۱۔ علامہ محدث ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱م)

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حدیث کی کتابوں پر توجہ دی اور انہیں خریدنے کے لئے بہت پیسے خرچ کئے۔پھر ان کے پاس نادر مخطوطات پر مشتمل ایک بڑی لائبریری تیار ہوگئی جو بعد میں پٹنہ کے خدا بخش لائبریری میں منتقل کردی گئی۔سب سے پہلے آپ نے ہی "**سنن الدارقطنی**" کواپنی تعلیق کے ساتھ "**التعليق المغني**" کے نام سے شائع کیا جس میں انہوں نے احادیث کی تخریج کی ہے اور اسانید پر کلام بھی کیا ہے۔

"**سنن ابی داؤد**" سے ان کو بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس کے گیارہ قلمی نسخے اکٹھا کیے جن کو بنیاد بنا کر "**سنن ابو داؤد**" کی تحقیق کی۔تحفۃ الأشراف اور اس وقت کے دوسرے مخطوط مصادر کی مدد سے سنن ابی داؤد کی "**لؤلؤی**" والی روایت کو دیگر روایات سے الگ کیا۔اسی طرح کتاب کے نسخے باہم خلط ملط (گڈمڈ) تھے لہٰذا انہوں نے ہر ہر نسخے کی تمییز کی اور زائد احادیث کو نسخ کی نشان دہی کرتے ہوئے درج کیا۔پھر "**عون المعبود علیٰ سنن أبی داؤد**" کے نام سے سنن ابوداؤد کی ایک متوسط شرح لکھی، جو علماء اور طلبہ کے مابین مشہور ومعروف ہے۔نیز "**غاية المقصود**" کے نام سے ابوداؤد کی ایک مفصل شرح لکھی تھی جس کا صرف ایک ہی جزء ان کی زندگی میں شائع ہوسکا تھا۔(۱) اس کے دو جزء بعد میں شائع ہوئے۔اگر یہ شرح مکمل ہوتی تو ۳۲، اجزاء پر مشتمل ہوتی۔اسی شرح کے مقدمہ میں انہوں نے پہلی مرتبہ "**رسالة أبي داؤد إلى أهل مكة**" کو بھی شائع کیا۔شرح کے حاشیہ میں انہوں نے پہلی مرتبہ امام منذری کی کتاب "مختصر السنن" کا کچھ حصہ اور ابن القیم کی کتاب "تهذيب السنن" بھی شائع کی۔

اسی طرح علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ نے دوسری کتابیں بھی شائع کیں، مثلاً امام بخاری کی "خلق أفعال العباد"، امام سیوطی کی "إسعاف المبطا برجال المؤطا"، اور اپنے شیخ محدث حسین بن محسن الانصاری کے بعض رسائل وغیرہ۔میں نے ان کی مذکورہ خدمات اور ان کے علاوہ دیگر خدمات کا تذکرہ اپنی کتاب "حياة المحدث شمس الحق العظيم آبادي وأعماله" میں کیا ہے جو جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ علامہ محدث عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ (۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶م)

بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قلتِ مال اور مطلوبہ وسائل کی کمیابی کے باوجود سنت کی خدمت اور اس کی نشر واشاعت کی۔انہوں نے ہی پہلی مرتبہ "**(مصنف) ابن أبی شیبہ**" کے تین اجزاء شائع کئے۔اسی طرح محمد بن نصر

المروزی کی ”مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر ۲“ (اختصار المقریزی) اور باغندی کی ”مسند عمر بن عبدالعزیز“ ابن القیم کی ”تحفة المودود بأحکام المولود“ ”حاشیة السندی علی صحیح مسلم“ وغیرہ جیسی تقریباً بیس کتابوں کی تحقیق کی۔اوران ساری کتابوں کی طباعت لیتھو پر ہوئی۔انہوں نے خود ہی ان کتابوں کی تصحیح کی اوران پر تعلیق چڑھائی ساتھ ہی ان کے اندر کتب حدیث، تاریخ، رجال سے نادر فوائد بھی نقل کئے۔

۳۔ شیخ عبدالصمد شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶م)

جو امام مزی رحمۃ اللہ کی ”تحفة الأشراف“ کو ۱۴ جلدوں میں شاندار علمی تحقیق کے ساتھ شائع کرنے کی وجہ سے کافی مشہور ہوئے۔جو بھی اس ایڈیشن کو دیکھے گا اسے معلوم ہوگا کہ اس میں چند ایسی خصوصیات ہیں جو دیگر مطبوعہ کتابوں میں نہیں ہیں ان میں سے چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

راویوں کے ہر طبقے (صحابی، تابعی، تبع تابعی) کی وضاحت کے لیے انہوں نے ایک یا دو یا تین ستاروں کا نشان استعمال کیا ہے اور ایک مخصوص انداز میں حروف کو چھوٹا اور بڑا رکھا ہے، اور ہر حدیث سے پہلے اس کا نمبر ڈال دیا ہے اور اس نمبر کے نیچے کتبِ حدیث کے رموز کو بھی ذکر کردیا ہے اور یہ حدیث احادیث کی کس کس کتاب میں پائی جاتی ہے متن کے اندر اس کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے جس میں کتاب کا عنوان اور قوسین کے درمیان باب نمبر ذکر کردیا ہے۔

اسی طرح حاشیہ میں ابن حجر کی کتاب ”النکت الظراف علی الأطراف“ کو منتقد مقامات میں شائع کیا۔نیز خطا، تحریف یا سقط سے آگاہ کرنے کے لیے انہوں نے بعض جگہوں پر تعلیق بھی چڑھائی ہے۔اوراس مقصد سے کہ حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے اوران کا حوالہ دینے میں آسانی ہو، اسی طرح ایک کام یہ بھی انہوں نے کیا کہ ان کے اندر موجود کتب وابواب کے عناوین اور ہر ہر کتاب اور باب نمبر ایک مستقل جلد میں درج کردیا۔

”تحفۃ الأشراف“ کی تحقیق کے دوران انہوں نے امام نسائی کی (السنن الکبریٰ) کو تلاش کیا جس پر امام مزی نے اعتماد کیا ہے، چنانچہ انہوں نے سننِ کبریٰ کے قلمی نسخوں کو جمع کرکے اس کی تحقیق کی اور تین جلدوں میں اسے پہلی بار شائع کیا۔

شیخ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام کی کتابوں کی طرف خصوصی توجہ دی، چنانچہ انہوں نے ہی پہلی بار ”الرد علی المنطقیین“ ”مجموعة تفسیر شیخ الاسلام لست سور“ ”قاعدة فی أنواع الإستفتاح فی الصلاة“ وغیرہ کو شائع کیا اوران پر ایسی دقیق تعلیقات چڑھائیں جن سے شیخ الاسلام کی کتابوں کے ساتھ ان کے لگاؤ اوران میں بحث کردہ موضوعات کی تحقیق کے تئیں ان کی دلچسپی اور اہتمام کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ان میں سے (کسوف شمس) سورج گرہن سے متعلق ایک موضوع پر ان کی تعلیق بطور مثال پیش کرتا ہوں۔عہد نبوی میں نبی کریم ﷺ کے

بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت جوسورج گرہن کا واقعہ پیش آیا تھا اس کی تاریخِ وقوع کے سلسلے میں ابن تیمیہ نے واقدی اور فقہاء میں جنہوں نے واقدی کی پیروی کی تھی ان پر رد کیا ہے۔ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ ماہرین فلکیات کے نزدیک یہ حساب پر مبنی ہے،لہٰذا جورائے ان کے حساب کے برخلاف ہوگی اس پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔پھر محقق (شیخ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ) نے علم فلکیات کے ماہر ایک ہندوفلکی کی طرف رجوع کیا اوراس سے عہدِ نبوی میں سورج گرہن کی تاریخ فلکی حساب سے نکالنے کی درخواست کی چنانچہ اس فلکی ماہر نے فلکی حساب لگانے کے بعد وہی نتیجہ نکالا جس نتیجہ پر پہنچ کر ابن تیمیہ نے واقدی اوران کی موافقت کرنے والوں کی تردید کی تھی،اس طرح شیخ الاسلام کے رائے کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔سنت کی خدمت کرنے والے بڑے محققین میں علامہ محدث حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ (۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲) علیہ بھی ہیں۔

انہوں نے حدیث کی کئی ایک بنیادی کتابوں کی تحقیق کی ہے اوران پر مفید تعلیقات اورحواشی بھی درج فرمائے ہیں۔

ان بنیادی کتابوں میں **مسند الحمیدی،السنن والآثار لسعید بن منصور**،اجزاء میں،**مصنف عبد الرزاق،مصنف بن أبی شیبه** کے چاراجزاء،**الزھد والرقائق لابن مبارک،المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة لابن حجر،کشف الاستارعن زوائد مسند البزار للھیثمی** اور"**جامع الاصول لابن الأثیر**"کا تکملہ،جوکتاب کا تیسرا فن ہے اوراس سے پہلے شائع نہیں ہوا تھا۔

کتب حدیث کے ساتھ ان کی دلچسپی اورشغف کے تعلق سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ انہوں نے"**کشف الاستـــــار**" کا ایک مخطوطہ کسی کے پاس دیکھا جو۸۰۷ھ کا لکھا ہوا تھا انہوں نے اس سے منہ مانگی رقم دے کر خرید لیا۔ایسے ہی "**مسند الحارث بن أبی اسامة**" کا اصل نسخہ انہیں ہندوستان میں کہیں ملا اوراسے نقل کرڈالا تا کہ اس کی بھی تحقیق کریں لیکن اسے منظرِ عام پرلانے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

تحقیق وتعلیق میں ان کے منہج کا ذکرمختصر طور پراس طرح کیا جاسکتا ہے کہ وہ متن کواپنے پاس دستیاب نسخوں کی روشنی میں اوردوسرے مآخذ کی طرف رجوع کرنے کے بعد درج فرماتے اوراحادیث وآثار کی مختصراً تخریج بھی کرتے ہیں۔مآخذ اورکتابوں کی طرف احالہ بذریعہ رموز کرتے ہیں،اوہام واخطاء سے بھی آگاہ کرتے ہیں،نسخوں کے درمیان موجود فروق میں سے صرف اہم فروق ہی کو ذکر کرتے ہیں۔غلطیوں کی اصلاح اورنقص کی تکمیل کرتے ہیں تاکہ عبارت درست ہوجائے،تاہم ان تمام کوششوں کے باوجود چونکہ ان کے پاس ان کتابوں کے دستیاب نسخے جن کی انہوں نے تحقیق کی ہے خراب قسم کے تھے لہٰذا بعض کتابوں کے اندراسانید ومتون سے متعلق غلطیاں باقی رہ گئیں خاص

طور پر "مصنف عبد الرزاق اور مسند الحمیدی" میں۔ چناچہ جب انہیں مسند حمیدی کا مکتبہ ظاہریہ کا قدیم نسخہ ملا تو بعض غلطیوں کا استدراک کیا اور ان تصحیحات کو کتاب سے ملحق کر دیا تاہم تمام غلطیوں کا استدراک نہ کر سکے، اور نہ ہی ان تعلیقات کو بدل سکے جن کی کمپوزنگ پہلے سے ہوچکی تھی، وہ اس سلسلہ میں معذور ہیں اور ان شاء اللہ ماجور بھی ہوں گے۔

۵۔ ان بڑے محققین میں پانچویں **ابوالوفاء الأفغانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۵ھ/دھ/۱۹۷۵م)** ہیں۔ جو حیدر آباد میں مقیم تھے۔ انہوں نے متقدمین ائمۂ احناف کے علمی ورثہ کی نشر واشاعت کے لیے ایک کمیٹی **"احیاء المعارف النعمانیة"** کے نام سے قائم کی۔ ان اہم ترین کتابوں میں سے جن کی انہوں نے تحقیق کی اور انہیں شائع کیا: ابو یوسف کی تینوں کتابیں **"کتاب الآثار"**، **"اختلاف أبی حنیفة و ابن ابی لیلی"** اور **"الرد علی سیر الأوزاعی"**، اور محمد بن الحسن الشیبانی کی **"کتاب الآثار"** اور **"کتاب الأصل"** اسی طرح **"مختصر الطحاوی، أصول السرخسی"** اور **"الصدر الشهید"** کی **"شرح کتاب النفقات للخصاف"** وغیرہ ہیں۔

تحقیق میں ان کا منہج یہ ہے کہ وہ احادیث، آثار اور مسائل مختلف مآخذ اور کتابوں سے تخریج کرتے ہیں، اور ان کتابوں سے بڑے لمبے لمبے نقول ذکر کرتے ہیں۔ محمد بن الحسن الشیبانی کی **"کتاب الآثار اور الأصل"** میں تو کافی طویل تاہم مفید تعلیقات چڑھائی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس طرز پر تحقیق مکمل نہ کر سکے، جن کتابوں کی انہوں نے تحقیق کی ہے ان پر بڑا طویل مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں اس کتاب کی اہمیت اور اس کے مقام کو بیان کیا ہے، نیز مؤلفِ کتاب کی سوانح حیات بھی قلمبند کیا ہے، اور کتابوں کے قلمی نسخوں کا وصف بھی بیان کیا ہے۔

جو چیز قابل گرفت ہے وہ یہ کہ انہوں نے **"اختلاف أبی حنیفة و ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الأوزاعی"** کو امام شافعی کی کتاب **"الأم"** سے اخذ کیا ہے اور امام شافعی کے ابو یوسف پر جو ردود تھے اسے انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیے بغیر حذف کر دیا ہے، انہوں نے مقدمہ میں ان دونوں کتابوں کے قلمی نسخوں کا بھی تذکرہ نہیں کیا ہے اس لیے کہ دنیا کے کسی بھی مکتبہ میں ان کے قلمی نسخوں کا کوئی وجود نہیں۔ علمی امانت کا تقاضا ہے کہ اس بات کی صراحت کر دی جائے کہ یہ دونوں کتابیں امام شافعی کی کتاب سے ماخوذ ہیں، ساتھ ہی علمی امانت کا تقاضہ تھا کہ ان دونوں کتابوں کے مسائل پر امام شافعی کی تعقیب کو برقرار رکھتے پھر حاشیہ میں اس کا مناقشہ کرتے۔

حدیث اور فقہ کے میدان میں خدمات انجام دینے والوں میں سے انہی پانچ شخصیات کے تذکرے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ دوسرے ان پانچ لوگوں کا ذکر جنہوں نے لغت، ادب، تاریخ، انساب وغیرہ کے میدان میں خدمات انجام دیں، آنے والی دوسری قسط میں کریں گے۔ (ان شاء اللہ) جاری ہے..................

فقہ وفتاویٰ

یزید کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے استعمال کا حکم

ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ

سوال: کیا یزید کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' استعمال کر سکتے ہیں؟ اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو کیا یہ حرام ہے؟

جواب: غالباً سوال یزید بن معاویہ کے بارے میں ہے، کیونکہ انہی کے بارے میں روافض اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے نام نہاد اہل سنت اس طرح کا اعتراض کرتے ہیں، یقیناً یزید بن معاویہ کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا استعمال کر سکتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ''

''میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر (قسطنطنیہ) کے شہر میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے'' [صحيح البخاري: ١٠٣/٦، (٢٩٢٤)]

اور اس لشکر میں نہ صرف یزید بن معاویہ شریک تھے، بلکہ بالاتفاق وہ اس کے امیر الجیش تھے، اور جب رسول اللہ ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مطابق یزید بن معاویہ مغفور اور بخشے ہوئے ثابت ہوئے تو ان کے لئے ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنے میں کیا حرج ہے؟

نیز مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے مومنوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اور اپنے دلوں میں ان سے کینہ کپٹ نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

''اور جو ان کے بعد آئیں گے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے'' [الحشر: ١٠]

اس واسطے یزید بن معاویہ جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور بلاشبہ مسلمان تھے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور ''غفر اللہ لہ'' یا ''رحمہ اللہ'' کہنا جائز ہے۔

علاوہ ازیں یزید کے بارے میں جو الزامات ہیں ان میں ایک تو شیعہ وغیرہ نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے، اور اکثر و بیشتر ثابت نہیں، دوسرے ان سے ان کا کفر وارتداد لازم نہیں آتا اور ان کا شمار مسلمانوں میں سے ہوتا ہے اس لیے ان کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ: ''اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو یزید پر لعنت کرتا ہے، کیا اس پر فسق

کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ کیا اس پر لعنت کا جواز ہے؟ کیا یزید فی الواقع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یا اس کے بارے میں سکوت افضل ہے؟''

تو انہوں نے جواب دیا: مسلمان پر لعنت کرنے کا قطعاً جواز نہیں ہے، جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے وہ خود ملعون ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا'' [سنن الترمذی:٣٥٠/٤(١٩٧٧)]

علاوہ ازیں ہمیں تو ہماری شریعت اسلامیہ نے جانوروں تک پر لعنت کرنے سے روکا ہے۔[صحیح مسلم:٢٠٠٥/٤(٨٤)]

تو پھر کسی مسلمان پر لعنت کرنا کیسے جائز ہوگا جس کی حرمت (عزت) حرمت کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں مذکور ہے۔[سنن ابن ماجه:١٢٩٧/٢(٣٩٣٢)وقال الألبانی:حسن،سلسلة الأحاديث الصحيحة:١٢٤٨/٧(٣٤٢٠)]

یزید کا اسلام صحیح طور سے ثابت ہے، جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی صحیح ثبوت موجود نہیں کہ یزید نے انہیں قتل کیا، یا ان کے قتل کا حکم دیا، یا اس پر رضامندی ظاہر کی، جب یزید کے متعلق یہ باتیں پایۂ ثبوت ہی کو نہیں پہونچتی ہیں تو پھر اس سے بدگمانی کیوں کر جائز ہوگی، جب کہ مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا بھی حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں'' [الحجرات:١٢]

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے خون، مال اور عزت و آبرو کو محترم، اور اس کے ساتھ بدگمانی کرنے کو حرام قرار دیا ہے'' [صحیح مسلم:١٩٨٦/٤(٣٢)]

جس شخص کا خیال ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا یا ان کے قتل کو پسند کیا وہ پرلے درجے کا احمق ہے، کیا یہ واقعہ نہیں کہ ایسا گمان کرنے والے کے دور میں کتنے ہی اکابر، وزراء اور سلاطین کو قتل کیا گیا، لیکن وہ اس بات کا پتہ چلانے سے قاصر رہا کہ کن لوگوں نے ان کو قتل کیا اور کن لوگوں نے اس قتل کو پسند یا ناپسند کیا، درآں حالانکہ ان کے قتل اس کے بالکل قریب میں اور اس کے زمانے میں ہوئے اور اس نے ان کا خود مشاہدہ کیا، پھر اس قتل کے متعلق (یقینی اور حتمی طور پر) کیا کہا جاسکتا ہے جو دور دراز کے علاقے میں ہوا اور جس پر چار سو سال (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک) کی مدت بھی گزر چکی ہے۔

علاوہ ازیں اس سانحہ پر تعصب و گروہ بندی کی دبیز تہیں بھی چڑھ گئی ہیں اور موضوع روایتوں کے انبار لگا دیئے گئے ہیں، جس کی بنا پر اصل حقیقت کا سراغ لگانا مشکل ہے، نیز مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔

پھر اہل حق (اہل سنت) کا مذہب تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ ثابت بھی ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کو

قتل کیا ہے تب بھی وہ قاتل مسلمان کافر نہیں ہوگا، اس لیے کہ جرمِ قتل کفر نہیں، بلکہ ایک معصیت (گناہ) ہے۔

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلمان قاتل کبھی مرنے سے پہلے توبہ بھی کر لیتا ہے اور شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی کافر بھی کفر سے توبہ کر لے تو اس پر بھی لعنت کی اجازت نہیں، پھر یہ لعنت ایسے مسلمان کے لیے کیونکر جائز ہوگی جس کے بارے میں قوی امید ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے جرمِ قتل سے توبہ کر لی ہوگی؟

آخر کسی کے پاس اس امر کی کیا دلیل ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی اور وہ توبہ کے بغیر ہی مر گیا جب کہ اللہ کا درِ توبہ ہر وقت کھلا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے'' [الشوری:۲۵]

بہر حال کسی لحاظ سے بھی ایسے مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جو مر چکا ہو، جو شخص کسی مرے ہوئے مسلمان پر لعنت کرے وہ خود فاسق اور اللہ کا نافرمان ہے۔

اگر (بالفرض) لعنت کرنا جائز بھی ہو لیکن وہ لعنت کے بجائے سکوت اختیار کیے رکھے تو ایسا شخص بالا جماع گناہ گار نہ ہوگا، بلکہ اگر کوئی شخص اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی ابلیس پر لعنت نہیں بھیجتا تو قیامت کے روز اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو نے ابلیس پر لعنت کیوں نہیں کی؟

البتہ اگر کسی نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو قیامت کے روز اس سے ضرور پوچھا جاسکتا ہے کہ تو نے اس پر لعنت کیوں کی تھی؟ اور تجھے کیوں کر معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ملعون اور راندۂ درگاہ ہے؟ جب کہ کسی کے کفر و ایمان کا مسئلہ امورِ غیب سے ہے، جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ہاں شریعت کے ذریعے ہمیں یہ ضرور معلوم ہوا ہے کہ جو شخص کفر کی حالت میں مرے وہ ملعون ہے۔

جہاں تک یزید کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' یا ''رحمہ اللہ'' کہنے کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب (اچھا فعل) ہے، ولکہ وہ از خود ہماری ان دعاؤں میں شامل ہے جو ہم تمام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے کرتے ہیں، جیسے:: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' ''اے اللہ! تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ اس لیے کہ یزید بھی یقیناً مومن تھا'' [وفیات الاعیان:۳/ ۲۸۸]

بہر حال یزید کے لیے ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا دعائیہ جملہ استعمال کر سکتے ہیں، یہ حرام نہیں ہے۔

جہاں تک ان کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' کے استعمال کی بات ہے تو چوں کہ اکثر و بیشتر اس کا استعمال صحابۂ کرام کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کے استعمال سے احتراز کریں تو بہتر ہے، مگر علامہ ابن رشد اور ابن قدامہ ''رحمۃ اللہ علیہما'' وغیرہ بہت سے علماء کرام نے اس کا استعمال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے لیے بھی کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر صحابی کے لیے بھی اس کے استعمال کی گنجائش اور جواز ہے، اور معنی کے اعتبار سے بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

آن لائن
سیرت النبی ﷺ کورس

On Zoom App

نبی ﷺ کی حیات
راہِ نجات

آئیے سیرت النبی ﷺ کے نور سے اپنی زندگی کو منور کریں!

شیخ حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی/ حفظہ اللہ

کورس کا آغاز
ان شاء اللہ بروز اتوار
5/ دسمبر 2021

کورس کا اختتام
بروز بدھ
29/ دسمبر 2021

صرف
25
دنوں کا کورس

کلاس ہر روز رات: 9/ بجے سے 9:45 تک

امتحان اور سرٹیفکیٹ:
بروز اتوار
9/جنوری 2022

کورس میں شریک
طلبہ نوٹس خود تیار کریں۔
رجسٹریشن ضروری ہے۔

مکمل کورس فیس:
100/-
روپیے

Call Or WhatsApp Brother's : 8291063785 | Sister's : 7045788253

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

| Account Name : ILM Foundation | Account No. : 102801002071
| IFSC Code : ICIC0001028 | MCR Code : 400229097
| Bank Name : ICICI Bank (Savings) | Branch : Andheri Link Road, Mumbai

QR CODE -
For All Online Bank, G-Pay, PayTm
& Other UPI Apps Transfer

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Total Pages 52
Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49433/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی ۲۰۲۲ کا جدید کلینڈر آچکا ہے۔
کلینڈر حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں، کرلا، اندھیری سینٹرز پر کلینڈر دستیاب ہے۔

خوفناک بیماریوں سے بچاؤ کی دعا
SUPPLICATION FOR PROTECTION FROM DEADLY DISEASES

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الأَسْقَامِ

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص، دیوانگی، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے

O Allah, I seek refuge in You from leprosy, madness, elephantiasis, and evil disease

Sunan Abidawood:1554,Sahih

JANUARY 2022 — 1 — جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ

MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT سنیچر	SUN اتوار
31 (۲۷)				26th JANUARY REPUBLIC DAY	1 (۲۷)	2 (۲۸)
3 (۲۹)	4 (۳۰)	5 (۱)	6 (۲)	7 (۳)	8 (۴)	9 (۵)
10 (۶)	11 (۷)	12 (۸)	13 (۹)	14 (۱۰)	15 (۱۱)	16 (۱۲)
17 (۱۳)	18 (۱۴)	19 (۱۵)	20 (۱۶)	21 (۱۷)	22 (۱۸)	23 (۱۹)
24 (۲۰)	25 (۲۱)	26 (۲۲)	27 (۲۳)	28 (۲۴)	29 (۲۵)	30 (۲۶)

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge, Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836, 8080807837
Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | islamsmessage | iic mumbai
www.islamsmessage.com | Islamic Messages 70457 88257 | Q&A 808080 7836/1882 | G Pay Paytm 8657 458 183

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post